.. اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِاللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ (آل عمران: ٧٤) ﴿... عَسٰى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا﴾ (بنی إسرائیل: ٨٠)

ہفت روزہ

الفضل

انٹرنیشنل

مدیر أعلیٰ نصیر أحمد قمر

جلد ۱ — جمعہ ۱۲ اگست ۱۹۹۴ء — شمارہ ۳۲

دعاؤں، عبادات، ذکر الٰہی، للّٰہی محبت اور اسلامی بھائی چارہ کے روحانی ماحول میں جماعت احمدیہ یو۔ کے۔ کے ۲۹ ویں جلسہ سالانہ کا بابرکت انعقاد

۷۰ ممالک کے ۱۱ ہزار سے زائد افراد کی شمولیت۔ مختلف دینی، علمی و تربیتی موضوعات پر تقاریر۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ کے ولولہ انگیز اور روح پرور خطابات

عالمی بیعت میں ۹۳ ممالک کے چار لاکھ اٹھارہ ہزار دو سو چھ افراد کی شمولیت

M.T.A کے ذریعہ دنیا بھر میں جلسہ کی کاروائی براہ راست نشر کی گئی

تقاریر کا رواں ترجمہ سات زبانوں میں ٹیلی کاسٹ کیا گیا

اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ جماعت احمدیہ یو۔ کے۔ کا ۲۹واں جلسہ سالانہ ۲۹ تا ۳۱ جولائی بروز جمعہ، ہفتہ اور اتوار اسلام آباد (ٹلفورڈ، سرے) میں اپنی تمام تر عظیم الشان روایات کے ساتھ بخیر و خوبی انعقاد پذیر ہوا۔ اس جلسہ میں ۷۰ ممالک کے گیارہ ہزار سے زائد افراد نے شمولیت کی۔ مکرم عبدالباقی صاحب ارشد افسر جلسہ سالانہ نے بتایا کہ اگرچہ جلسہ کے انتظامات بہت پہلے شروع ہو جاتے ہیں لیکن قریباً یکم جولائی سے اکثر انتظامات بھرپور طریق پر جاری ہو جاتے ہیں۔ امسال مختلف شعبہ جات میں ۹۰۰ سے زائد کارکنان و کارکنات نے ڈیوٹیاں دیں اور جلسہ کے انتظامات کو کامیابی سے چلانے کے لئے بہت محنت اور خلوص کے ساتھ دن رات کام کیا۔ باہر سے آنے والے بعض مہمانوں اور نواحمدیوں نے بھی مختلف شعبہ جات میں خدمت کا فریضہ انجام دیا۔ الحمد للہ کہ تمام انتظامات نہایت عمدگی اور خوش اسلوبی کے ساتھ انجام پائے۔

روایت کے مطابق جلسہ سالانہ کے انتظامات کا باقاعدہ افتتاح ۲۳ جولائی کو عمل میں آیا۔ جب سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز جلسہ سالانہ کے انتظامات کے معائنہ کے لئے اسلام آباد تشریف لے گئے۔ اس موقعہ پر مکرم آفتاب احمد خان صاحب امیر یو۔ کے۔ مکرم افسر صاحب جلسہ سالانہ اور ان کے نائبین نے حضور انور کی خدمت میں مختلف انتظامات کی تفصیلات پیش کیں۔ حضور انور نے انتظامات کے معائنہ کے دوران موقعہ پر جائزہ لے کر ضروری ہدایات سے نوازا۔ بعد ازاں حضور انور اس جگہ تشریف لائے جہاں تمام کارکنان اپنے اپنے شعبہ کے ناظم کے پیچھے باقاعدہ طور پر لائنوں میں ایستادہ تھے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے جملہ ناظمین کو شرف مصافحہ سے نوازا۔ پھر چند منٹ کے لئے خواتین کی ملحقہ مارکی میں تشریف لے گئے جہاں زنانہ جلسہ گاہ کی ناظمہ اعلیٰ و دیگر عہدیدار خواتین و کارکنات حاضر تھیں۔

قریباً چھ بجے تلاوت قرآن کریم سے کاروائی کا آغاز ہوا جو مکرم منیرالدین صاحب شمس نے کی۔ تلاوت و ترجمہ کے بعد حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ نے کارکنان جلسہ سے انگریزی زبان میں خطاب فرمایا۔ تشہد تعوذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا کہ سب تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں جس نے ہماری رہنمائی فرمائی اور ہمیں اس بات کی ہمت اور طاقت اور صلاحیت عطا فرمائی کہ جو ذمہ داریاں خود اس نے ہم پر ڈالی ہیں ہم انہیں بہترین انداز میں اور خالصۃً اس کی رضا کی خاطر ادا کرنے کی توفیق پا رہے ہیں۔ حضور نے فرمایا کہ جماعت احمدیہ کے نظام اور تمام ذمہ داریوں کا انتہائی مقصود اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول ہے۔ اگرچہ روزمرہ کے کاموں میں بہتری اور ترقی بھی اہم بات ہے لیکن ہمیں اپنے تمام کاموں میں اللہ تعالیٰ کی رضا کو ہمیشہ مقدم رکھنا ہوگا۔ رضائے باری تعالیٰ کا حصول انتہائی اہم بات ہے اگر آپ اسے فراموش کر دیں گے تو آپ کے کاموں سے سب برکتیں اٹھ جائیں گی۔ حضور نے فرمایا کہ ہماری جماعت کوئی دنیوی جماعت نہیں۔ یہ جماعت خدا تعالیٰ کے لئے اور اس کی مخلوق کی خدمت کے لئے وقف ہے۔ یہ ذمہ داریاں کوئی بوجھ نہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ ذمہ داریاں ہمارے لئے سعادت اور خوشی کا موجب ہیں اور ان کا مقصد بھی خدا تعالیٰ کی رضاجوئی ہے۔ اگر آپ اپنے کاموں میں خدا تعالیٰ کی رضا کو پیش نظر رکھیں تو آپ دیکھیں گے کہ اس کے نتیجہ میں آپ کی تمام مشکلات دور ہو گئی ہیں اور کاموں میں سہولت اور آسانی پیدا ہو گئی ہے اور یوں لگتا ہے کہ انسان تیز ہوا کے رخ پر چل رہا ہے اس کے نتیجہ میں ہر قدم ہلکا ہو جاتا ہے۔ حضور نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ کی خاطر اور اس کی رضا کے حصول کی نیت سے کام کرنا ایسی بات ہے جس کے بارہ میں میں بار بار آپ کو یاد دہانی کراتا رہوں گا کیونکہ یہ امر بہت ہی اہمیت کا حامل ہے۔ حضور نے فرمایا کہ رضائے الٰہی کی خاطر کام کرنے کے نتیجہ میں آپ کے کردار کی تعمیر ہوگی۔ اور اپنے ساتھی کارکنوں سے آپ کے تعلقات بہتر ہوتے چلے جائیں گے۔ حضور نے نصیحت فرمائی کہ جب بھی اپنے کسی ساتھی سے کسی قسم کے اختلاف یا تنازع کی صورت پیدا ہو تو اس پر کوئی ردعمل ظاہر کرنے سے پہلے ہمیشہ یہ سوچا کریں کہ کیا آپ کا وہ ردعمل خدا تعالیٰ کو پسند آئے گا؟ یہ سوچا کریں کہ مثلاً اگر اس موقعہ پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہوتے تو آپ ان حالات میں کیا ردعمل دکھاتے اور یاد رکھیں کہ حضرت مسیح موعودؑ نے جو کچھ سیکھا ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھا ہے۔ پس آپ کو اپنے اعمال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے مطابق ڈھالنے چاہئیں اور اگر آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کا علم نہیں تو اس کا علم حاصل کریں۔

باقی صفحہ نمبر ۱۶ پر ملاحظہ فرمائیں

چار اسیران راہ مولیٰ کا مسجد فضل لندن میں شاندار استقبال

۲۷ جولائی ۱۹۹۴ء کو چار اسیران راہ مولا مکرم رانا نعیم الدین صاحب، مکرم عبدالقدیر صاحب، مکرم محمد حاذق رفیق طاہر صاحب اور مکرم محمد نثار صاحب قریباً چار بجکر پچپن منٹ پر مسجد فضل لندن تشریف لائے تو تمام حاضرین نے نہایت پرجوش نعروں اور محبت و عقیدت کے آنسوؤں کے ساتھ ان کا استقبال کیا۔ محمود ہال لندن میں ان کی آمد پر ایک سادہ مگر نہایت عظمت اور شان رکھنے والی تاریخی نوعیت کی مختصر تقریب منعقد ہوئی۔ تقریب کا وہ منظر نہایت ہی رقت آمیز بھی تھا اور ایمان افروز بھی جب سیدنا حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ہال میں تشریف لائے اور باری باری چاروں اسیران کو نہایت محبت اور شفقت کے ساتھ اپنے سینے سے لگایا۔ آپ نے ان اسیران کی رہائی کے لئے کس قدر بے چینی اور بے قراری سے اپنے مولا کے حضور دن رات فریاد کی تھی۔

ہیں کس کے بدن دیس میں پابند سلاسل
پردیس میں اک روح گرفتار بلا ہے
جس رہ میں وہ کھوئے گئے اس رہ پہ گدا ایک
کشکول لئے پھرتا ہے لب پہ یہ دعا ہے
خیرات کر اب ان کی رہائی میرے آقا
کشکول میں بھر دے جو میرے دل میں بھرا ہے

اور خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے انہیں رہا فرمایا اور آج اسیران راہ مولا قریباً دس سال کی طویل اور صبر آزما قید کے بعد اپنے محبوب اور شفیق آقا کی ملاقات اور معانقہ کے شرف سے فیضیاب ہو رہے تھے۔ دونوں طرف جذبات کا ایک طوفان تھا۔ تمام حاضرین بھی ایک عجیب قلبی و روحانی کیفیت میں مست تھے۔ خدا تعالیٰ کے بے انتہا فضلوں پر دل خوشی سے لبریز اور اس کے حضور سجدہ ریز تھے۔ چاروں اسیران کو شرف مصافحہ و معانقہ عطا فرمانے کے بعد حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کرسی پر تشریف فرما ہوئے۔ یہ اسیران آپ کے پہلوؤں میں بیٹھے ہوئے تھے۔ تلاوت قرآن کریم سے کاروائی کا آغاز ہوا اور پھر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے تشہد تعوذ اور سورہ فاتحہ کے ساتھ خطاب شروع فرمایا۔ فرط جذبات سے حضور کی آواز گلوگیر تھی۔ آپ کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور احسان کے ساتھ احمدیت ایک سو سال کے بعد اس عظیم دور میں داخل ہوئی ہے جس کا گہرا تعلق حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعاؤں اور ان دعاؤں کے نتیجہ میں آسمان سے اترنے والی برکتوں سے ہے۔ ۱۸۹۴ء کا سال وہ تھا جبکہ دو ایسے عظیم نشان ظاہر ہوئے جنہیں دنیا کبھی بھلا نہیں سکے گی یعنی چاند اور سورج کا رمضان شریف میں ان تاریخوں میں گہنایا جانا جن تاریخوں کے متعلق حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرہ سو برس پہلے خبر دے رکھی تھی کہ ہمارے مہدی کے لئے یہ دو نشان آسمان سے ظاہر ہونگے اور اب ایک سو سال بعد یہ سال (۱۹۹۴ء) بھی اللہ کے فضلوں کے ساتھ نشانات کا سال بن رہا ہے اور بنتا رہے گا اور اس صدی کے سالوں میں اسے بھی ایک امتیازی نشان نصیب ہوگا۔

حضور نے فرمایا کہ گزشتہ دس سال کے دور میں جو نشان دیکھے ہیں وہ بھی بہت نمایاں اور غیر معمولی شان کے نشان ہیں جن کے متعلق دشمن جو چاہے کہے وہ ان نشانات کے نور کو مٹا نہیں سکتا اور ان کی پھونکوں سے یہ چراغ بجھ نہیں سکتے۔ ان میں اول نشان ایک ہیبت ناک جلالی نشان تھا جو ضیاء کی ہلاکت کی صورت میں پورا ہوا۔ جس کے متعلق اس نشان کے ظہور سے چند دن پہلے خطبہ جمعہ میں میں نے اعلان کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ خبر دی ہے کہ اب ضیاء کو خدا کی وعید سے دنیا کی کوئی طاقت بچا نہیں سکتی۔ وہ ضیاء جس نے چند احمدی معصوموں کی جان لینے کی قسم کھا رکھی تھی، جس کا یہ خیال تھا کہ میرے قلم کا لکھا مٹایا نہیں جا سکتا اور اپنی طرف سے ان معصوم اسیران راہ مولا کی گردنیں پھانسی کے پھندے میں پھنسا بیٹھا تھا خود اس کی جان خدا کی تقدیر کے چنگل میں آ کر اس طرح ہلاک ہوئی کہ اس کے جسم کا ذرہ ذرہ بکھر گیا اور اس کی خاک اڑ گئی۔ یہاں تک کہ اس کے وجود کی پہچان سوائے اس بتیسی کے اور کچھ نہ رہی جو مصنوعی طور پر دندان سازوں نے بنا رکھی تھی اور اس کے بعد پھر دوسرا نشان ہمارے ان اسیران راہ مولا کا موت کے چنگل سے نکل آنا ہے جس پر ضیاء کے قلم کی سیاہی گواہ تھی کہ ضرور یہ موت کے چنگل میں ڈالے جائیں گے لیکن خدا کی روشنائی نے کچھ اور آسمان پر لکھ رکھا تھا اور یہ گواہی بھی خدا کے فضل سے بڑی شان کے ساتھ حیرت انگیز طریق پر پوری ہوئی۔ اور آج ہمارے سامنے یہ زندہ سلامت موجود ہیں۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب مجھے یہ اطلاع ملی کہ ضیاء الحق نے موت کی سزا صرف ایک شخص کے لئے نہیں رہنے دی بلکہ زیادہ معصوموں پر اس سزا کو پھیلا دیا ہے تو انہیں دنوں میں بہت بے قراری سے دعاؤں کا موقعہ ملا اور میں نے ایک رویا میں دیکھا کہ الیاس منیر کھلی فضا میں ایک چارپائی پر میرے پاس بیٹھا ہوا ہے۔ اسی وقت میں نے سب کو بتا دیا اور بارہا خطوں کے ذریعہ بھی تسلی دی کہ دنیا ادھر سے ادھر ہو سکتی ہے مگر الیاس منیر کی گردن میں پھانسی کا پھندا نہیں پڑے گا اور میں سمجھتا ہوں کہ اس ایک کے سایہ میں یہ سارے بھی اللہ کے فضل سے شامل تھے۔ وہ ان کا سردار تھا۔ وہ جماعت کا نمائندہ تھا۔ اور خدا کے نزدیک اس کے وقف کی وجہ سے اس کا ایک مرتبہ تھا اور ہے۔ پس جو بات میں اس وقت نہیں سمجھ سکا تھا وہ بعد میں حالات نے روشن کی وہ یہ تھی کہ محض ایک الیاس کی خوشخبری نہیں تھی بلکہ ان سب معصوموں کی رہائی کی خوشخبری اس ایک خوشخبری میں شامل تھی۔

باقی صفحہ نمبر ۱۵ پر ملاحظہ فرمائیں

سیدنا حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا تازہ منظوم کلام

ذیل کی نظم جماعت احمدیہ یو۔ کے۔ کے ۲۹ ویں جلسہ سالانہ کے دوسرے روز ۳۰ جولائی ۱۹۹۴ء بروز ہفتہ دوسرے اجلاس میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے خطاب سے قبل پڑھی گئی۔ اس موقعہ پر حضور انور ایدہ اللہ نے فرمایا:۔

"اب عزیزم داؤد احمد صاحب ناصر میرا تازہ کلام پیش کریں گے۔ یہ دو حصوں میں ہے۔ ایک ہی نظم کے دو حصے ہیں۔ ایک حصہ آج پیش کیا جائے گا ایک کل۔ آج کے حصہ کا عنوان ہے "جاء المسیح جاء المسیح" اور اس میں خصوصیت سے پاکستان کے عامۃ الناس مخاطب ہیں جن کو مولویوں نے دھوکہ میں ڈال رکھا ہے۔ دوسرا حصہ جو کل پیش کیا جائے گا اس کا عنوان ہے "آمد امام کامگار" یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دوسرے لقب "امام مہدی" سے تعلق رکھنے والا کلام ہے اور اس میں خصوصیت سے احمدیت کے معاندین کو مخاطب کیا گیا ہے جنہوں نے وقت کے امام کو رد کر دیا ہے"۔

کچھ اہل وطن سے

جَاءَ الْمَسِیْحُ جَاءَ الْمَسِیْحُ

بہار آئی ہے۔ دل وقف یار کر دیکھو
خرد کو نذر جنون بہار کر دیکھو

غضب کیا ہے جو کانٹوں سے پیار کر دیکھا
اب آؤ پھولوں کو بھی ہمکنار کر دیکھو

جو کر سکے تھے کیا۔ غیر ہمیں بنا نہ سکے
ہم اب بھی اپنے ہیں۔ اپنا شمار کر دیکھو

بس اب نہ دور رکھو اپنے دل سے اہل وطن
ہے تم سے پیار ہمیں۔ اعتبار کر دیکھو

ہمیں کبھی تو تم اپنی نگاہ سے دیکھو
تعصبات کی عینک اتار کر دیکھو

لگا رکھی ہیں جو چہروں پہ مولوی آنکھیں
نظر کی برچھی ان آنکھوں سے پار کر دیکھو

نحوستوں کا بھگندر ہے پیر تسمہ پا
کسی دن اس کو گلے سے اتار کر دیکھو

نقاب اوڑھ رکھا ہے جو مولویت کا
اتار پھینکو اسے تار تار کر دیکھو

تمارا چہرہ برا تو نہیں۔ نہا دھو کر
کبھی تو حسن شرافت نکھار کر دیکھو

مسیح اترا ہے عِنْدَ الْمَنَارَةِ الْبَيْضَاء
اٹھو۔ کہ جائے ادب ہے۔ سنوار کر دیکھو

لگاؤ سیڑھی اتارو دلوں کے آنگن میں
نثار جاؤ۔ نظر وار وار کر دیکھو

جو اس کے ساتھ اسی کی دعا سے اترا ہے
یہ مائدہ ہے ڈشوں میں اتار کر دیکھو

بلا رہی ہیں تمہیں پیار کی کھلی باہیں
چلے بھی آؤ نا۔ للہ پیار کر دیکھو

محبتوں کے سمندر سے دوریاں کیسی
لپٹ کے موجوں سے بوس و کنار کر دیکھو

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے تازہ منظوم کلام کا دوسرا حصہ

جسے جماعت احمدیہ یو۔ کے۔ کے ۲۹ ویں جلسہ سالانہ کے آخری روز ۳۱ جولائی ۱۹۹۴ء بروز اتوار آخری اجلاس میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ کے خطاب سے قبل پڑھا گیا۔ نظم پڑھے جانے سے قبل حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

"کل جو میری نظم پڑھی گئی تھی بعنوان "جاء المسیح جاء المسیح" اس کا دوسرا حصہ ہے "آمد امام کامگار" جو حضرت امام مہدیؑ کی آمد سے تعلق رکھتا ہے۔ کل مخاطب اہل وطن تھے۔ وہ سادہ لوح اہل وطن جن کو ان کے علماء نے سخت دھوکے میں ڈال رکھا ہے۔ آج وہ معاندین مخاطب ہیں اور ان کو تنبیہ کی گئی ہے........"۔

منکرین سے خطاب

آمد امام کامگار

ہیں آسمان کے تارے گواہ۔ سورج چاند
پڑے ہیں ماند۔ ذرا کچھ بچار کر دیکھو

ضرور مہدی دوراں کا ہو چکا ہے ظہور
ذرا سا نور فراست نکھار کر دیکھو

خزانے تم پہ لٹائے گا لا جرم لیکن
بس ایک نذر عقیدت گزار کر دیکھو

اگر ہے ضد کہ نہ مانو گے۔ پر نہ مانو گے
تو ہو سکے جو کرو۔ بار بار کر دیکھو

بدل سکو تو بدل دو۔ نظام شمس و قمر
خلاف گردش لیل و نہار کر دیکھو

پلٹ سکو تو پلٹ دو خرام شام و سحر
حساب چرخ کو بے اعتبار کر دیکھو

جو ہو سکے تو ستاروں کے راستے کاٹو
کوئی تو چارہ کرو کچھ تو کار کر دیکھو

سوار لاؤ۔ پیادے بڑھاؤ۔ چڑھ دوڑو
جو بن سکے وہ پئے کار زار کر دیکھو

خدا کی بات ٹلے گی نہیں۔ تم ہو کیا چیز
اٹل چٹان ہے۔ سر مار مار کر دیکھو

اتر رہی ہیں فلک سے گواہیاں۔ روکو
وہ غل غپاڑہ کرو۔ حال زار کر دیکھو

گواہ دو ہیں دو ہاتھوں سے چھاتیاں پیٹو
خسوف شمس و قمر۔ ہار ہار کر دیکھو

جلن بہت ہے تو ہوتی پھرے نہ نکلے گی
بھڑاس سینے کی، بک بک ہزار کر دیکھو

قفس کے شیروں سے کرتے ہو روز دو دو ہاتھ
دو آنکھیں بن کے ببر سے بھی چار کر دیکھو

مری سنو تو پہاڑوں سے سر نہ ٹکراؤ
جو میری مانو تو عجز اختیار کر دیکھو

(ساتویں قسط)

قرآن مجید پر معاند اسلام پادری وہیری کے اعتراضات اور ان کے جوابات

(سید میر محمود احمد ناصر)

نئے عہدنامہ کی کتب بالخصوص اناجیل اربعہ میں حضرت مسیحؑ کے معجزات اس خیال سے بیان کئے گئے ہیں کہ آپ کی الوہیت ثابت کی جائے۔ جیسا کہ ہم ذکر کر چکے ہیں نیا عہدنامہ نہ الہامی کلام ہے نہ الہام ہونے کا دعویٰ کرتا ہے، نہ اس کے مصنفین اپنے آپ کو نبی یا ملہم قرار دیتے ہیں اور نہ نبی ہونے کے دعویٰ کے ساتھ انہوں نے اپنی نبوت کے حق میں کوئی معجزات دکھائے کہ ثابت ہو کہ وہ نبی ہیں اور ان کا کلام خدا کا کلام ہے۔

نبوت تو ایک طرف اگر اناجیل اربعہ کو غور سے دیکھا جائے تو ان کا ایک ٹھوس اور مستند تاریخ نویس ہونا بھی ثابت نہیں ہوتا۔ حضرت کاسر صلیب علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

"میں نے انجیلوں پر ایک یہ بھی اعتراض کیا تھا کہ ان میں جس قدر معجزات لکھے گئے ہیں جن سے خواہ نخواہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدائی ثابت کی جاتی ہے وہ معجزات ہرگز ثابت نہیں ہیں۔ کیونکہ انجیل نویسوں کی نبوت جو مدار ثبوت تھی ثابت نہیں ہو سکی اور نہ انہوں نے نبوت کا دعویٰ کیا اور نہ کوئی معجزہ دکھلایا۔ باقی رہا یہ کہ انہوں نے بحیثیت ایک وقائع نویس کے معجزات کو لکھا ہو سو وقائع نویسی کے شرائط بھی ان میں متحقق نہیں کیونکہ وقائع نویس کے لئے ضروری ہے کہ وہ دروغ گو نہ ہو اور دوسرے یہ کہ اس کے حافظہ میں خلل نہ ہو اور تیسرے یہ کہ وہ عمیق الفکر ہو اور سطحی خیال کا آدمی نہ ہو۔ چوتھے یہ کہ وہ محقق ہو اور سطحی باتوں پر کفایت کرنے والا نہ ہو۔ پانچویں یہ کہ جو کچھ لکھے چشم دید لکھے محض رطب یابس کو پیش کرنے والا نہ ہو۔ مگر انجیل نویسوں میں ان شرطوں میں سے کوئی شرط موجود نہ تھی۔ یہ ثابت شدہ امر ہے کہ انہوں نے اپنی انجیلوں میں عمداً جھوٹ بولا ہے۔ چنانچہ ناصرہ کے معنے الٹے کئے [پادری وہیری کے پانچویں اعتراض کے جواب میں انشاء اللہ اس کی مزید تفصیل آجائے گی] اور عمانوایل کی پیش گوئی کو خواہ نخواہ مسیح پر جمایا [اس کی تفصیل پانچویں سوال کے جواب میں آئے گی] اور انجیل میں لکھا کہ اگر یسوع کے تمام کام لکھے جاتے تو وہ کتابیں دنیا میں سما نہ سکتیں۔ اور حافظہ کے یہ حال ہے کہ پہلی کتابوں کے بعض حوالوں میں غلطی کھائی [پانچویں سوال کے جواب میں مزید تفصیل آئے گی] اور بہت سی بے اصل باتوں کو لکھ کر ثابت کیا کہ ان کو عقل اور فکر اور تحقیق سے کام لینے کی عادت نہ تھی بلکہ بعض جگہ ان انجیلوں میں نہایت قابل شرم جھوٹ ہے۔ جیسا کہ متی باب ۵ میں یسوع کا یہ قول ہے کہ "تم سن چکے ہو کہ اپنے پڑوسی سے محبت کر اور اپنے دشمن سے نفرت کر" حالانکہ پہلی کتابوں میں یہ عبارت موجود نہیں۔ ایسا ہی ان کا یہ لکھنا کہ تمام مردے بیت المقدس کی قبروں سے نکل کر شہر میں آ گئے تھے۔ یہ کس قدر بے ہودہ بات ہے اور کسی معجزہ کے لکھنے کے وقت کسی انجیل نویس نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ وہ اس کا چشم دید ماجرا ہے۔ پس ثابت ہوتا ہے کہ وقائع نویسی کے شرائط ان میں موجود نہ تھے اور ان کا بیان ہرگز اس لائق نہیں کہ کچھ بھی اس کا اعتبار کیا جائے۔ اور باوجود اس بے اعتباری کے جس بات کی طرف وہ بلاتے ہیں وہ نہایت ذلیل خیال اور قابل شرم عقیدہ ہے۔ کیا یہ بات عندالعقل قبول کرنے کے لائق ہے کہ ایک عاجز مخلوق جو تمام لوازم انسانیت کے اپنے اندر رکھتا ہے خدا کہلاوے؟ کیا عقل اس بات کو مان سکتی ہے کہ مخلوق اپنے خالق کو کوڑے مارے اور خدا کے بندے اپنے قادر خدا کے منہ پر تھوکیں اور اس کو پکڑیں اور اس کو سولی دیں۔ اور وہ خدا ہو کر ان کے مقابلہ سے عاجز ہو؟ کیا یہ بات کسی کو سمجھ آ سکتی ہے کہ ایک شخص خدا کہلا کر تمام رات دعا کرے اور پھر اس کی دعا قبول نہ ہو؟ کیا کوئی دل اس بات پر اطمینان پکڑ سکتا ہے کہ خدا بھی عاجز بچوں کی طرح نو مہینے تک پیٹ میں رہے اور خون حیض کھاوے اور آخر چیختا ہوا عورتوں کی شرمگاہ سے پیدا ہو؟ کیا کوئی عقلمند اس بات کو قبول کر سکتا ہے کہ خدا بے شمار اور بے ابتداء زمانہ کے بعد مجسم ہو جائے اور ایک ٹکڑہ اس کا انسان کی صورت بنے اور دوسرا کبوتر کی اور یہ جسم ہمیشہ کے لئے ان کے گلے کا ہار ہو جائے"۔

(کتاب البریہ، روحانی خزائن جلد ۱۳ صفحہ ۸۵ تا ۸۷)

نئے عہدنامہ کے الہامی مقام کو اس کے مضامین کے لحاظ سے دیکھا جائے تو بھی اس کے مقام کی عظمت کا کوئی احساس پیدا نہیں ہوتا۔ مغرب کے دانشور جو عیسائیت کے روایتی عقائد تثلیث، کفارہ، الوہیت مسیح کو الوداع کہہ چکے ہیں ابھی تک حضرت مسیح کی شخصیت اور نئے عہدنامہ کی اخلاقی تعلیم سے متاثر معلوم ہوتے ہیں۔ حضرت مسیح کی شخصیت کے متعلق تو ہم پادری وہیری کے اعتراض کے جواب میں کچھ باتیں عرض کریں گے۔ جہاں تک اناجیل کی اخلاقی تعلیم کا تعلق ہے اس تعلیم کو نادرہ روزگار اور بے مثال قرار دیا جاتا رہا ہے۔ حضرت کاسر صلیب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس تعلیم پر چار اصولی اعتراضات فرمائے ہیں۔

(الف) یہ تعلیم ناقص اور نامکمل ہے کیونکہ انسانی درخت کی شاخوں کی ایک شاخ کی آبیاری کرتی ہے باقی شاخوں کو بیکار چھوڑ دیا ہے۔

(ب) یہ تعلیم نادرہ روزگار اور بے مثال نہیں بلکہ نئے عہدنامہ سے پہلے عام ملتی تھی اور پھر پرانے عہدنامہ، طالمود اور بنی اسرائیل کی دوسری کتابوں میں لفظاً لفظاً موجود ہے۔

(ج) خدا تعالیٰ کی صفات کی جو تجلی صحیفہ فطرت اور قانون قدرت میں ہو رہی ہے یہ تعلیم ان کے مطابق نہیں۔

(د) حضرت مسیحؑ کی طرف جو یہ تعلیم منسوب کی جاتی ہے خود انہوں نے بطور ایک اخلاقی معلم کے اس تعلیم پر عمل نہیں کیا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

"انسانی قویٰ کی تمام شاخوں میں سے صرف ایک شاخ حلم اور درگذر پر انجیل کی تعلیم زور دیتی ہے اور باقی شاخوں کا خون کیا ہے۔ حالانکہ ہر ایک شخص سمجھ سکتا ہے کہ جو کچھ انسان کو قدرت قادر نے عطا کیا ہے کوئی چیز اس میں سے بے کار نہیں ہے۔ اور ہر ایک انسانی قوت اپنی اپنی جگہ پر عین مصلحت سے پیدا کی گئی ہے اور جیسے وقت اور کسی محل پر حلم اور درگذر عمدہ اخلاق میں سے سمجھے جاتے ہیں ایسا ہی کسی وقت غیرت اور انتقام اور مجرم کو سزا دینا اخلاق فاضلہ میں سے شمار کیا جاتا ہے۔ نہ ہمیشہ درگذر اور عفو قرین مصلحت ہے اور نہ ہمیشہ سزا اور انتقام مصلحت کے مطابق ہے۔ یہی قرآنی تعلیم ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

" جزاء سیئة سیئة مثلها فمن عفیٰ و اصلح فاجره علی الله"

یعنی بدی کی جزاء اسی قدر بدی ہے جس قدر بدی کی گئی مگر جو کوئی عفو کرے اور اس عفو میں کوئی اصلاح مقصود ہو تو اس کا اجر خدا کے پاس ہے۔ [حاشیہ: قرآن شریف نے بے فائدہ عفو اور درگذر کو جائز نہیں رکھا کیونکہ اس سے انسانی اخلاق بگڑتے ہیں اور شیرازہ نظام درہم برہم ہو جاتا ہے۔ بلکہ اس عفو کی اجازت دی ہے جس سے کوئی اصلاح ہو سکے]۔ یہ تو قرآن شریف کی تعلیم ہے مگر انجیل میں بغیر کسی شرط کے ہر ایک جگہ عفو اور درگذر کی ترغیب دی گئی ہے اور انسانی دوسرے مصالح کو جن پر تمام سلسلہ تمدن کا چل رہا ہے پامال کر دیا ہے اور انسانی قویٰ کے درخت کی تمام شاخوں میں سے صرف ایک شاخ کے بڑھنے پر زور دیا ہے اور باقی شاخوں کی رعایت قطعاً ترک کر دی گئی ہے۔

پھر تعجب ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خود اخلاقی تعلیم پر عمل نہیں کیا۔ انجیر کے درخت کو بغیر پھل کے دیکھ کر اس پر بد دعا کی اور دوسروں کو دعا کرنا سکھلایا۔ اور دوسروں کو یہ بھی حکم دیا کہ تم کسی کو احمق مت کہو مگر خود اس قدر بد زبانی میں بڑھ گئے ہیں کہ یہودی بزرگوں کو ولدالحرام تک کہہ دیا اور ہر ایک وعظ میں یہودی علماء کو سخت سخت گالیاں دیں اور برے برے ان کے نام رکھے۔ اخلاقی معلم کا فرض یہ ہے کہ پہلے آپ اخلاق کریمہ دکھلاوے۔ پس کیا ایسی تعلیم ناقص جس پر انہوں نے آپ بھی عمل نہ کیا خدا تعالیٰ کی طرف سے ہو سکتی ہے۔

پاک اور کامل تعلیم قرآن شریف کی ہے جو انسانی درخت کی ہر ایک شاخ کی پرورش کرتی ہے اور قرآن شریف صرف ایک پہلو پر زور نہیں ڈالتا بلکہ کبھی تو عفو اور درگذر کی تعلیم دیتا ہے مگر اس شرط سے کہ عفو کرنا قرین مصلحت ہو اور کبھی مناسب محل اور وقت کے مجرم کو سزا دینے کے لئے فرماتا ہے پس درحقیقت قرآن شریف خدا تعالیٰ کے اس قانون قدرت کی تصویر ہے جو ہمیشہ ہماری نظر کے سامنے ہے۔ یہ بات نہایت معقول ہے کہ خدا کا قول اور فعل دونوں مطابق ہونے چاہئیں یعنی جس رنگ اور طرز پر دنیا میں خدا تعالیٰ کا فعل نظر آتا ہے ضرور ہے کہ خدا تعالیٰ کی سچی کتاب اپنے فعل کے مطابق تعلیم کرے نہ یہ کہ فعل سے کچھ اور ظاہر ہو اور قول سے کچھ اور ظاہر ہو۔ خدا تعالیٰ کے فعل میں ہم دیکھتے ہیں کہ ہمیشہ نرمی اور درگذر نہیں بلکہ وہ مجرموں کو طرح طرح کے عذابوں سے سزایاب بھی کرتا ہے ایسے عذابوں کا پہلی کتابوں میں بھی ذکر ہے۔ ہمارا خدا صرف حلیم خدا نہیں بلکہ وہ حکیم بھی ہے اور اس کا قہر بھی عظیم ہے۔ سچی کتاب وہ کتاب ہے جو اس کے قانون قدرت کے مطابق ہے اور سچا قول الٰہی وہ ہے جو اس کے فعل کے مخالف نہیں۔ ہم نے کبھی مشاہدہ نہیں کیا کہ خدا نے اپنی مخلوق کے ساتھ ہمیشہ حلم اور درگذر کا معاملہ کیا ہو اور کوئی عذاب نہ آیا ہو۔ اب بھی ناپاک طبع لوگوں کے لئے خدا تعالیٰ نے میرے ذریعہ سے ایک عظیم الشان اور ہیبت ناک زلزلہ کی خبر دے رکھی ہے جو ان کو ہلاک کرے گا۔ اور طاعون بھی ابھی دور نہیں ہوئی۔ پہلے اس سے نوح کی قوم کا کیا حال ہوا۔ لوطؑ کی قوم کو کیا پیش آیا؟ سو یقیناً سمجھو کہ شریعت کا ماحصل تخلق باخلاق اللہ ہے یعنی خدائے عزوجل کے اخلاق اپنے اندر حاصل کرنا، یہی کمال نفس ہے۔ اگر ہم یہ چاہیں کہ خدا سے بھی بڑھ کر کوئی نیک خلق ہم میں پیدا ہو تو یہ بے ایمانی اور پلید رنگ کی گستاخی ہے اور خدا کے اخلاق پر ایک اعتراض ہے"۔

(چشمہ مسیحی روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۳۴۵ تا ۳۴۷)

حضرت مسیحؑ کی اخلاقی تعلیم جو نئے عہدنامہ میں ہے اس

Earlsfield Properties
RENTING AGENTS 081 877 0762
PROPERTIES WANTED IN ALL AREAS FOR WAITING TENANTS

کے سابقہ کتب میں پائے جانے اور ان سے ماخوذ ہونے کے بارہ میں فرماتے ہیں:۔

" صاحب ینابیع الاسلام نے اگر یہ کوشش کی ہے کہ قرآن شریف فلاں فلاں قصوں یا کتابوں سے بنایا گیا ہے یہ کوشش اس کی اس کوشش کے ہزارم حصہ پر بھی نہیں جو ایک فاضل یہودی نے انجیل کی اصلیت دریافت کرنے کے لئے طے کی ہے۔ اس فاضل نے اپنے خیال میں اس بات کو ثابت کر دیا ہے کہ انجیل کی اخلاقی تعلیم یہودیوں کی کتاب طالمود اور بعض اور چند بنی اسرائیل کی کتابوں سے لی گئی ہے اور یہ چوری اس قدر صریح طور پر عمل میں آئی ہے کہ عبارتوں کی عبارتیں بعینہ نقل کر دی گئی ہیں۔ اور اس فاضل نے دکھا دیا ہے کہ در حقیقت انجیل مجموعہ مال مسروقہ ہے۔ در حقیقت اس نے حد کر دی اور خاص کر پہاڑی تعلیم کو جس پر عیسائیوں کو بہت کچھ ناز ہے۔ طالمود سے اخذ کرنا لفظ بلفظ ثابت کر دیا ہے اور دکھلا دیا ہے کہ یہ طالمود کی عبارتیں اور فقرے ہیں۔ اور ایسا ہی دوسری کتابوں سے مسروقہ عبارتیں نقل کر کے لوگوں کو حیرت میں ڈال دیا ہے۔ چنانچہ خود یورپ کے محقق بھی اس طرف دلچسپی سے متوجہ ہو گئے ہیں"۔

(چشمہ مسیحی روحانی خزائن
جلد ۲۰ صفحہ ۳۳۹)

یہ تحقیق جس کا بیج اس زمانہ میں بویا گیا اب ایک مسلمہ حقیقت قرار پا چکی ہے۔ معروف عالم بائبل Geddes Macgregor حضرت مسیحؑ کی اخلاقی تعلیم کے ذکر میں لکھتے ہیں:۔

His ethical teaching was in no way radically different from the loftiest traditions of the Judaism into which he was born. This is plain from a careful reading of the Old Testament itself; the recently discovered Dead Sea Scrolls corroborate the already well established fact that as an ethical teacher Jesus gave his hearers a message, which, however powerfully presented and convincingly demonstrated was not so distinctive as to be accounted a novel. In his ethical teaching Jesus was in many ways highly conservative. True, he emphasized certain elements in the now rich Jewish traditions and disapproved of certain tendencies he noted in his development, but this would be true of any teacher worth listening to.
(The Bible in Making p.24 by Geddes Macgregor)

امریکہ کی معروف مذہبی شخصیت (اب آنجہانی) Rev. Charles Francis Potter لکھتے ہیں:۔

Moreover, it is extremely embarrasing to read the best part of the Sermon on the mount, for instance, in the Enochan and other similar Essene writings, such as Jubilees, the Psalms of Solomon, and the Testaments of the Twelve Patriarchs, when we have found actual pre-Christian manuscripts of them in Cave 4.
(The Lost Years of Jesus Revealed p.75; by The Rev. Dr. Charles Francis Patler)

پادری وہیری صاحب اپنی کتابوں کو کلام الٰہی ٹھیراتے ہیں اور قرآن شریف کو افتراء (نعوذباللہ) ٹھہراتے ہیں اور یہ بھول جاتے ہیں کہ ان کی کتابوں کا دائرہ خود ان کی اپنی تحریرات کے مطابق بنی اسرائیل کے لئے محدود ہے نہ تمام دنیا کے لئے اور نہ ہمیشہ کے لئے ۔ اور ان کی تعلیمات بھی ایک محدود عرصہ کے لئے اور ایک محدود دائرہ کے لئے قابل عمل ہو سکتی ہیں ہمیشہ کے لئے اور ساری دنیا کے لئے ان پر عمل ناممکن ہے۔ حضرت کاسر صلیب علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

" ماسوا اس کے قرآن شریف کے وجود کی ضرورت پر ایک اور بڑی دلیل یہ ہے کہ پہلی تمام کتابیں موسیٰؑ کی کتاب توریت سے انجیل تک ایک خاص قوم یعنی بنی اسرائیل کو اپنا مخاطب ٹھہراتی ہیں اور صاف اور صریح لفظوں میں کہتے ہیں کہ ان کی ہدایتیں عام فائدہ کے لئے نہیں بلکہ صرف بنی اسرائیل کے وجود تک محدود ہیں مگر قرآن شریف کے مدنظر تمام دنیا کی اصلاح ہے ...."۔

(کتاب البریہ روحانی خزائن
جلد ۱۳ صـ ۸۵)

پھر فرماتے ہیں:۔

" عیسائیوں کے محقق اس بات کے بھی مقر ہیں کہ ایک عیسائی اپنے مذہب کی رو سے انسانی سوسائٹی میں نہیں رہ سکتا اور نہ تجارت کر سکتا ہے کیونکہ انجیل میں امیر بننے اور کل کی فکر کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ ایسا ہی کوئی سچا عیسائی فوج میں بھی داخل نہیں ہو سکتا کیونکہ دشمن کے ساتھ محبت کرنے کا حکم ہے۔ ایسا ہی اگر کامل عیسائی ہے تو اس کو شادی کرنا بھی منع ہے۔ ان تمام باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ انجیل ایک مختص الزمان اور مختص القوم قانون کی طرح تھی جس کو حضرات عیسائیوں نے عام ٹھہرا کر صدہا اعتراض اس پر وارد کرا لئے"۔

(کتاب البریہ روحانی خزائن، جلد ۱۳ صـ ۹۳)

پرانے عہد نامہ کے متعلق تو مسیحی خود تسلیم کرتے ہیں کہ اس کا پیغام اور اس کی تعلیمات بنی اسرائیل کے لئے محدود تھے مگر نیا عہد نامہ یہ بھی ظاہر کر رہا ہے کہ بعد کے مسیحی خیالات کے برخلاف خود حضرت مسیح اپنے مشن کو ایک محدود زمانہ کے لئے اور صرف ایک قوم کے لئے محدود سمجھتے تھے۔ چنانچہ حضرت مسیحؑ فرماتے ہیں:۔

○ ۔ " مجھے تم سے اور بھی بہت سی باتیں کہنا ہیں مگر اب تم ان کی برداشت نہیں کر سکتے لیکن جب وہ یعنی سچائی کا روح آئے گا تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائے گا اس لئے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا لیکن جو کچھ سنے گا وہی کہے گا اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا"۔

(یوحنا ۱۶ : ۱۲، ۱۳)

○ ۔ " یہ نہ سمجھو کہ میں توریت یا نبیوں کی کتابیں منسوخ کرنے آیا ہوں۔ منسوخ کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں کیونکہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب تک آسمان اور زمین ٹل نہ جائیں ایک نقطہ یا ایک شوشہ توریت سے ہرگز نہ ٹلے گا جب تک سب کچھ پورا نہ ہو جائے۔ پس جو کوئی ان چھوٹے سے چھوٹے کلموں میں سے بھی کسی کو توڑے گا اور یہی آدمیوں کو سکھائے گا وہ آسمان کی بادشاہی میں سب سے چھوٹا کہلائے گا لیکن جو ان پر عمل کرے گا اور ان کی تعلیم دے گا وہ آسمان کی بادشاہی میں بڑا کہلائے گا کیونکہ میں تم سے کہتا ہوں کہ اگر تمہاری راستبازی فقیہوں اور فریسیوں کی راستبازی سے زیادہ نہ ہوگی تو تم آسمان کی بادشاہی میں ہرگز داخل نہ ہوگے"۔

(متی ۵ : ۱۷ تا ۲۰)

حضرت مسیحؑ نے اپنے بارہ حواریوں کو ارشاد فرمایا:۔
" غیر قوموں کی طرف نہ جانا اور سامریوں کے کسی شہر میں داخل نہ ہونا بلکہ اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے پاس جانا"۔

(متی ۱۰ : ۵،۶)

متی کا انجیل لکھتا ہے:۔
" پھر یسوع وہاں سے نکل کر صور اور صیدا کے علاقہ کو روانہ ہوا اور دیکھو ایک کنعانی عورت ان سرحدوں سے نکلی اور پکار کر کہنے لگی اے خداوند ابن داؤد مجھ پر رحم کر۔ ایک بدروح میری بیٹی کو بری طرح ستاتی ہے مگر اس نے اسے کچھ جواب نہ دیا۔ اور اس کے شاگردوں نے پاس آکر اس سے یہ عرض کی کہ اسے رخصت کر دے کیونکہ وہ ہمارے پیچھے چلاتی ہے۔ اس نے جواب میں کہا کہ میں اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا مگر اس نے آکر اسے سجدہ کیا اور کہا اے خداوند میری مدد کر۔ اس نے جواب میں کہا لڑکوں کی روٹی لے کر کتوں کو ڈال دینا اچھا نہیں۔ اس نے کہا ہاں خداوند کیونکہ کتے بھی ان ٹکڑوں میں سے کھاتے ہیں جو ان کے مالکوں کی میز سے گرتے ہیں۔ اس پر یسوع نے جواب میں اس سے کہا اے عورت تیرا ایمان بہت بڑا ہے جیسا تو چاہتی ہے تیرے لئے ویسا ہی ہو اور اس کی بیٹی نے اسی گھڑی شفا پائی"۔

(متی ۱۵ : ۲۱ تا ۲۸)

کیا پادری وہیری صاحب اب بھی اپنے صحائف کی موجودگی میں قرآن مجید کی ضرورت محسوس نہیں کرتے جس کا پیغام ہے " قل یا ایھا الرسول انی رسول اللہ الیکم جمیعا"

قرآن مجید کے نعوذباللہ افتراء ہونے کی گواہی مہیا کرنے کا جو سوال پادری وہیری صاحب نے اٹھایا ہے ہم اس سوال کے جواب کو اس بات پر ختم کرتے ہیں کہ قرآن مجید اپنے فی ذاتہ معجزہ ہونے اور کامل کتاب ہونے کا دعویٰ کرتا ہے مگر چاروں اناجیل میں سے کوئی بھی اپنے بارہ میں اس قسم کا دعویٰ نہیں کرتی۔ حضرت کاسر الصلیب علیہ الصلوٰۃ والسلام ڈپٹی عبداللہ آتھم کو مباحثہ امرتسر میں مخاطب کر کے فرماتے ہیں:۔

" .... یہ قرآن کا دعویٰ ہے جس کو وہ اپنی تعلیم کی نسبت آپ بیان فرماتا ہے اور پھر آگے چل کر اس کا ثبوت بھی آپ ہی دے گا لیکن چونکہ اب وقت تھوڑا ہے اس لئے جواب الجواب میں لکھایا جاوے گا۔ بالفعل ڈپٹی عبداللہ آتھم صاحب کی خدمت میں یہ التماس ہے کہ بپابندی ان امور کے جو ہم پہلے لکھ چکے ہیں انجیل شریف کا دعویٰ بھی اسی طرز اور اسی شان کا پیش کریں کیونکہ ہر ایک منصف جانتا ہے کہ ایسا تو ہرگز ہو نہیں سکتا کہ مدعی سست اور گواہ چست۔ خاص کر اللہ جل شانہ جو قوی اور قادر اور نہایت درجہ کے علوم وسیع رکھتا ہے جس کتاب کو ہم اس کی طرف منسوب کریں وہ کتاب اپنی ذات کی آپ قیوم چاہئے، انسانی کمزوریوں سے بالکل مبرا اور منزہ چاہئے کیونکہ اگر وہ کسی دوسرے کے سہارے کی اپنے دعویٰ میں اور اثبات دعویٰ میں محتاج ہے تو وہ خدا کا کلام ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اور یہ مکرر یاد رہے کہ اس وقت صرف مدعا یہ ہے کہ جب قرآن کریم نے اپنی تعلیم کی جامعیت اور کاملیت کا دعویٰ کیا ہے یہی دعویٰ انجیل کا وہ حصہ بھی کرتا ہو جو حضرت مسیحؑ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اور کم سے کم اس قدر تو ہو کہ حضرت مسیح اپنی تعلیم کو مختتم قرار دیتے ہوں اور کسی آئندہ وقت پر انتظار میں نہ چھوڑتے ہوں"۔

(جنگ مقدس روحانی خزائن جلد ۶
صـ ۸۷، ۸۸)

اس سوال کے جواب میں ڈپٹی عبداللہ آتھم نے نئے عہد نامہ کے جو حوالہ جات پیش کئے ہیں ان میں نئے عہد نامہ یا اس کی کتابوں کی جامعیت اور کاملیت

باقی صفحہ نمبر 15 پر ملاحظہ فرمائیں

SELF SERVICE
COIN OPERATED
LAUNDERETTE AND DRY
CLEANING FACILITIES
J & L LAUNDERETTE
PARK ROAD
KINGSTON UPON THAMES

ASIAN JEWELLERY AT
DISCOUNTED PRICES
LATEST DESIGNS IN STOCK
UK DELIVERY ARRANGED
CUSTOMER DESIGNS WELCOME
REPAIRS AND ALTERATIONS
DULHAN JEWELLERS
126 MILTON STREET
PALFREY, WALSALL
WEST MIDLAND WS1 4LN
PHONE 0922 33229

خطبہ جمعہ

جلسہ کا نظام عالمی بھائی چارے کو تقویت دینے اور اخلاقی لحاظ سے ایک عالمی معیار پیدا کرنے اور قائم رکھنے کے لئے بہت ضروری ہے

خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
بتاریخ ۸ جولائی ۱۹۹۴ء مطابق ۸ وفا ۱۳۷۳ ہجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن (برطانیہ)

(خطبہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له، وأشهد أن محمدًا عبده ورسوله. أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم. ﴿بسم الله الرحمٰن الرحيم. الحمد لله رب الٰعلمين. الرحمٰن الرحيم. مٰلك يوم الدين. إياك نعبد وإياك نستعين. اهدنا الصراط المستقيم. صراط الذين أنعمتَ عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين.﴾

گزشتہ دو خطبات چونکہ کینیڈا کے سفر کے دوران گزرے اس لئے براہ راست ٹیلی ویژن پر وہ خطبات دکھائے نہیں جا سکے لیکن ان کی ریکارڈنگ یہاں بھجوائی جاتی رہی ہے جس طرح پرانے خطبات ان دو خطبات کے موقع پر کام آ گئے یہ دو خطبات جو کینیڈا میں دئے گئے تھے وہ بھی آپ کو بعد ازاں کسی وقت دکھا دئے جائیں گے۔

کینیڈا کا سفر اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہر پہلو سے بہت کامیاب گزرا۔ اس دفعہ کینیڈا کے جلسوں میں حاضری خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ گزشتہ موقع سے دگنی یا اس سے بھی زائد تھی۔ اگرچہ امریکہ سے بھی بہت بھاری تعداد میں زائرین تشریف لائے تھے لیکن ان کی تعداد کو الگ بھی کر دیا جائے تب بھی کینیڈا کے زائرین جو باہر سے آئے تھے اور ٹورانٹو کے رہنے والے احمدی، ان کی تعداد اللہ تعالیٰ کے فضل سے پہلے سے کافی زیادہ تھی۔ بہت سی ایسی تعداد تھی جو پاکستان سے نئے آنے والے تھے۔ یعنی وہ پرانے احمدی احباب جو اس انتظار میں تھے کہ ان کو قومی طور پر رہائش کا حق مل جائے اور وہ اپنے اہل و عیال کو بلا سکیں، اس عرصہ میں زیادہ تر تعداد کا اضافہ اسی وجہ سے ہوا ہے کہ ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ کینیڈین حکومت نے قومی طور پر وہاں رہنے کی اجازت کا حق دے دیا اور ان کے خاندانوں کو بلوانے کا حق دے دیا۔ اس پہلو سے بکثرت ملاقاتیں ایسے لوگوں سے تھیں جن سے گزشتہ دس گیارہ سال سے ملنے کا موقع نہیں ملا تھا اور کینیڈا کے جلسے میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ دونوں طرف کی دیرینہ ضرورت پوری ہو گئی۔ تربیتی لحاظ سے کینیڈا میں جو ضرورتیں ہیں ان کا ایک حصہ تو صرف دورے کے نتیجے میں ہی خود بخود پورا ہو جاتا ہے۔ وہ نئی نسل کے نوجوان جو کچھ عرصہ بیرونی فضا میں دم لینے کی وجہ سے کسی حد تک اگر نہیں، تو کچھ نہ کچھ متاثر ضرور ہو جاتے ہیں۔ جب ان سے دوروں کے وقت ملاقاتیں ہوتی ہیں، جلسوں میں وہ ذوق شوق سے حصہ لیتے ہیں تو وہ سارے زنگ جو بیرونی فضا کے ان پر لگے ہوتے ہیں وہ خود بخود دھل جاتے ہیں اور دھلے دھلائے نئے پاک چہرے نمایاں ہو جاتے ہیں، کوئی کدورت باقی نہیں رہتی۔ یہ تو ایک عمومی فائدہ ہے جو دوروں کے نتیجہ میں پہنچتا ہی ہے۔ اس کے علاوہ نئی نسلوں کو سوال و جواب کا موقع ملتا ہے اور اس دفعہ مثلاً خصوصیت سے ہم نے بچیوں کے سوال و جواب کی جو مجلس رکھی تھی وہ بہت ہی مفید رہی۔ میرے لئے اس لحاظ سے کہ مجھے نئی نسل کی احمدی بچیوں کے سوالات کو بذات خود سننے کا موقع ملا اور نفسیاتی لحاظ سے جو مسائل ہیں ان کو سمجھنے کا موقع ملا۔ ان کے لئے اس لحاظ سے کہ وہ باتیں جو بسا اوقات ان کے ماں باپ بھی ان کو سمجھاتے تھے اور سمجھ نہیں سکتی تھیں وہ مجھ سے جواب سننے کے بعد نہ صرف ان کے چہروں سے اطمینان ظاہر ہوتا تھا بلکہ آپس میں جب انہوں نے باتیں کیں اور وہ باتیں مجھ تک پہنچیں تو یہ معلوم کر کے دل اللہ تعالیٰ کے شکر سے لبریز ہو گیا کہ وہ تمام سوال کرنے والیاں بھی اور جو نہیں سوال کر سکی تھیں ان سب کو خدا تعالیٰ کے فضل سے پوری طرح جوابوں سے تسلی ہوئی اور اسلام کی حقانیت پر دل پہلے سے بڑھ کر مطمئن ہوا۔ میں نے ان سے یہ وعدہ کیا تھا کہ آپ میں سے وہ بچیاں جو پہلے سے سوال لے کر بیٹھی ہوئی تھیں اور وقت کی کمی کی وجہ سے وہ سوال نہیں کئے جا سکے، تقریباً دو گھنٹے وہ مجلس رہی، لیکن اس کے باوجود بہت سے سوال باقی دکھائی دے رہے تھے کیونکہ بچیوں کی قطار ابھی باقی تھی کہ وقت ختم ہو گیا۔ ان سے میں نے وعدہ کیا تھا کہ وہ آپ یہاں بھجوا دیں تو انٹرنیشنل ٹیلی ویژن کے ذریعے ہم انشاء اللہ ان سوالات کے جواب دیں گے اور آئندہ بھی تمام دنیا کے احمدیوں کو میری نصیحت ہے کہ اپنی نئی نسل کے لڑکوں اور لڑکیوں کے سوالات خصوصیت سے یہاں بھجوا دیا کریں تاکہ ایک عالمی مجلس سوال و جواب کے ذریعہ ان کے سوالات کے براہ راست جواب دئے جا سکیں۔ اس پر جو ضمنی سوال اٹھیں گے پھر انشاء اللہ ان پر بھی گفتگو ہوتی رہے گی۔

بہرحال یہ جلسہ خدا تعالیٰ کے فضل سے بہت برکات لے کر آیا، بہت سی برکات دائمی صورت میں پیچھے چھوڑ گیا اور اس موقع پر چونکہ وہ براہ راست (کینیڈا والے) بھی میرا خطبہ سن رہے ہوں گے ان کو میں اپنی طرف سے بھی اور تمام جماعت عالمگیر کی طرف سے بھی کامیاب جلسہ پر مبارکباد دیتا ہوں اور ان تمام کارکنوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے دن رات بے حد محنت کی اور بڑی قربانی کے جذبے سے اپنے سپرد ذمہ داریوں کو نبھایا۔ ہر پہلو سے خدا کے فضل سے انتظام بہت اعلیٰ تھا اور نمونے کا تھا۔ کھانے کا معیار بھی بہت اچھا تھا یہاں تک کہ بہت سے لوگ جن کو دوسری جگہ ہر قسم کے اچھے کھانے میسر تھے وہ کھانے چھوڑ کر لنگر کے کھانے کی طرف زیادہ مائل رہے اور بہت شوق سے ذکر کرتے رہے کہ جو مزا لنگر کی دال کا یا آلو گوشت کا آتا ہے وہ اور کسی کھانے میں نہیں آتا۔ تو یہ بین الاقوامی طور پر جلسہ سالانہ قادیان کی چھوٹی چھوٹی صورتیں جگہ جگہ ظاہر ہو رہی ہیں۔ کوشش یہی ہے کہ بعینہ ویسی ہوں جیسا کہ قادیان میں جلسے ہوا کرتے تھے اور الحمد للہ کہ جو کچھ کمی اس پہلو سے رہ گئی تھی وہ ہمارے آپس میں مل بیٹھ کر معاملہ فہمی کے نتیجہ میں بہت حد تک دور ہو گئی اور آخری صورت میں یہ جلسہ کئی پہلوؤں سے قادیان کی یاد دلانے والا تھا۔ میری خواہش یہی ہے کہ قادیان کا جلسہ ہر جماعت میں اسی طرح منعقد کیا جائے، انہی روایات کے ساتھ، انہی اعلیٰ نیک اور پاک نصیحتوں کا نمونہ بن کر آئے اور انہی اعلیٰ اور پاک نصیحتوں پر عمل کرنے کا نمونہ بن کر آئے۔ اگر ہر جلسہ ایسا ہو تو خدا کے فضل سے تمام ان ملکوں میں جہاں ایسے جلسے ہوتے ہیں جماعت کے آپس میں محبت کے رشتوں میں پہلے سے زیادہ مضبوط ہونے کے سامان ہوں گے۔ اور اس پہلو سے تمام سالانہ جلسے جماعت کو آپس میں محبت میں باندھنے میں غیر معمولی کردار ادا کرتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو پہلے جلسے کی اغراض بیان فرمائی تھیں ان میں ایک یہ اہم غرض تھی کہ ان جلسوں کے ذریعے مختلف جگہوں کے احمدی آپس میں ایک دوسرے سے ملیں گے۔ اس طرح مودت یعنی محبت کا رشتہ قائم ہو گا۔ ایک دوسرے کو سمجھیں گے، ایک دوسرے سے فائدہ اٹھائیں گے اور اس طرح ایک عالمی برادری وجود میں آنے لگے گی۔ پس یہ ضروری ہے کہ ہر ملک میں اسی طرح کے جلسے انہی فوائد کو لئے ہوئے جماعت کے سامنے بار بار آتے رہیں اور اس طرح ایک ملکی سطح پر جب باہمی محبت کے رشتے بنیں گے تو ان ملکوں میں جو باہر سے لوگ جاتے ہیں وہ بھی ایک عالمی برادری کا احساس پیدا کرنے میں مزید ممد ثابت ہوں گے اور ہوتے ہیں۔ افریقہ کے ممالک میں جب جلسے ہوتے ہیں تو افریقہ کے ارد گرد کے ممالک سے کچھ نمائندے پہنچتے ہیں۔ جب امریکہ میں جلسے ہوتے ہیں تو وہاں سے ارد گرد کے ممالک سے شامل ہونے والے احمدی پہنچتے ہیں۔ اگرچہ فاصلے وہاں بہت زیادہ ہیں مگر پھر بھی کوئی نہ کوئی دکھائی دے ہی دیتا ہے۔ کوئی سرینام کا بھی نمائندہ مل جاتا ہے۔ کوئی گیانا کا نمائندہ بھی مل جاتا ہے۔ کوئی ٹرینیڈاڈ کا نمائندہ بھی مل جاتا ہے۔ غرضیکہ کینیڈا میں جلسہ ہو یا شمالی امریکہ میں ارد گرد کے ممالک کی نمائندگی ضرور ہوتی ہی رہتی ہے۔ پس اس پہلو سے جماعت کا دائرہ مودت، باہم ایک دوسرے سے ملاقات کے سامان مہیا ہونے کے نتیجہ میں پہلے سے زیادہ گہرا ہوتا چلا جاتا ہے اور پھیلتا چلا جاتا ہے۔

جو مضمون میں نے اس سے پہلے شروع کر رکھا ہے یہ بھی دراصل اسی مضمون کا حصہ ہے جو میں آپ کے سامنے بیان کر رہا ہوں یعنی تمام دنیا میں ایک مضبوط احمدی بھائی چارہ اس معیار کا

قائم کیا جائے جس معیار کا بھائی چارہ قرآن ہم میں دیکھنا چاہتا ہے۔ جس معیار کا بھائی چارہ قرآن کریم کی زندہ مثال حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے ذریعہ چودہ سو سال پہلے بڑی کامیابی اور بڑی شان کے ساتھ مکے اور مدینے میں قائم ہوا تھا اور دیر تک ان تربیت یافتہ، باہمی محبت کے رشتوں میں بندھے ہوئے صحابہ کرام نے آگے پھر اس بھائی چارے کو پھیلایا اور مختلف ملکوں تک پہنچایا۔ اب دور یہ ہے کہ آخرین کے سپرد یہ ذمہ داری ہے۔ چودہ سو سال کے فاصلے بیچ میں حائل ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے یہ انتظام فرما دیا ہے کہ آخرین، اولین ہی کی طرح انہی سے اچھی ادائیں سیکھتے ہوئے، دل لبھانے والے انداز اپناتے ہوئے، تمام دنیا کو پھر حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے ہاتھ پر جمع کریں گے اور جلسہ سالانہ کی روایات اس میں بہت ہی ممد ہیں۔

جماعت بحیثیت جماعت احمدیہ ایک اسلامی کردار کی حامل ہے۔ یہی کردار ہے جس کے تشخص کو نمایاں کرنے کے نتیجہ میں ایک عالمی برادری وجود میں آئے گی۔ اس کردار کی تعمیر میں اور اس کے تشخص کو نمایاں کرنے میں جماعت احمدیہ عالمگیر کے سالانہ جلسے ایک بہت ہی اہم کردار ادا کرتے ہیں

اب عنقریب آپ کے ہاں یعنی یو۔ کے۔ میں بھی ایک جلسہ ہونے والا ہے اور یہ جلسہ عام جلسوں کے مقابل پر زیادہ مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔ اسی پہلو سے دور دراز سے لوگ اس جلسے میں ضرور شامل ہونے کے لئے آتے ہیں۔ محض میری شمولیت کی بات نہیں ورنہ میں تو جرمنی کے جلسوں میں بھی شامل ہوتا ہوں بعض دیگر یورپین ممالک میں بھی شامل ہوتا ہوں۔ امریکہ بھی جاتا ہوں۔ وہاں ارد گرد کے علاقوں سے تو لوگ پہنچ جاتے ہیں لیکن عالمی نمائندگی نہیں ہوتی۔ یہ وہ جلسہ ہے جو آنے والا ہے جس میں عالمی نمائندگی اسی انداز پر ہوتی ہے جس انداز پہ قادیان یا ربوہ کے جلسوں میں ہوا کرتی تھی۔ پس یو۔ کے۔ کی جماعت کے لئے یہ بات بہت ہی مبارک ہے اور جتنی مبارک ہے اسی قدر ذمہ داریوں کو بھی بڑھاتی ہے اور میں خوش ہوں اور مطمئن ہوں کہ یو۔ کے۔ کی جماعت اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ ان ذمہ داریوں کو نہایت عمدگی سے نبھاتی چلی جا رہی ہے اور امید ہے کہ آئندہ ہر سال زیادہ عمدگی سے ان ذمہ داریوں کو نبھاتی چلی جائے گی۔ پس آنے والے دنوں کے لئے ابھی سے تیاریاں کریں ابھی سے جائزے لیں کہ گزشتہ سالوں میں کیا کمی رہ گئی تھی۔ جسے پورا کرنے کے لئے ہمیں محنت کرنی چاہئے۔ اب غالباً تین ہفتے باقی رہ گئے ہیں۔ اس عرصہ میں بہت سے کام ہونے والے باقی ہیں۔ ظاہری طور پر جو اسلام آباد کی سجاوٹ اور صفائی کے معاملات ہیں ان پر مسلسل توجہ دی جا رہی ہے اور اس وقت بھی ٹیمیں کام کر رہی ہیں۔ خدام بھی اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ بڑی محنت سے دور دور سے آتے ہیں اور بہت اخلاص کے ساتھ خدمت کرتے ہیں۔ انصار بھی اپنی توفیق کے مطابق حصہ لیتے ہیں۔ لجنات بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے اپنے اپنے دائرہ کار میں وہاں محنت کرتی ہیں اور اس حصے کو سجاتی اور ستھرا کرتی ہیں جہاں خواتین نے ٹھہرنا ہو۔ یہ کام تو ہوتے چلے آئے ہیں اور ہو رہے ہیں۔

میں خصوصیت سے جو آپ کو توجہ دلانا چاہتا ہوں وہ عالمی بھائی چارے کے حوالے سے میں سمجھانا چاہتا ہوں کہ اگرچہ اکثر باہر سے آنے والے ہمیشہ یو۔ کے۔ کی جماعت کی خدمات اور اعلیٰ اخلاق سے متاثر ہو کر جاتے ہیں مگر امسال اس سے بھی زیادہ بہتر انداز میں ان کی خدمت کریں۔ ان کو اپنے حسن خلق سے اپنا گرویدہ بنائیں۔ ان کو اپنے قریب کریں تاکہ ہر آنے والا بعد میں فاصلے کے لحاظ سے دور ہو جائے مگر دلوں کے لحاظ سے اور بھی زیادہ قریب آ جائے۔ یہ ایک عجیب بات ہے کہ جہاں محبت ہو وہاں فاصلے بڑھنے کے باوجود دل اور زیادہ قربت محسوس کرتے ہیں اور ملنے کی بے چینی فاصلوں کے بڑھنے سے کم نہیں ہوتی اور محبت میں کمی آنے کی بجائے اضافہ محسوس ہوتا ہے۔ پس اس پہلو سے چونکہ سب دنیا سے احمدی نمائندے آئیں گے میں چاہتا ہوں کہ یو۔ کے۔ کی جماعت کو اللہ اپنے فضل سے ایسے اعلیٰ اور پاک نمونے دکھانے اور قائم کرنے کی توفیق بخشے کہ تمام دنیا میں یہ آنے والے آپ کی محبت کی یادیں لے کر جائیں اور وہاں ایسے تذکرے کریں جن کے نتیجے میں ہر ملک میں جہاں نمائندگی ہو آپ کے انداز سیکھنے کی خواہش نہ صرف پیدا ہو بلکہ اس پر عمل کے پاک نمونے یہاں سے وہاں پہنچیں اور وہاں بھی ایسی ہی روایات کو فروغ ملے۔ ہر آنے والا جو مختلف ممالک سے آتا ہے اس میں سے کچھ ایسے ہیں جو اپنے طور پر آتے ہیں اور اکثریت ایسوں کی ہے لیکن کچھ ایسے ہیں جو باقاعدہ جماعت کی نمائندگی میں یہاں آتے ہیں۔ جو لوگ جماعت کی نمائندگی میں یہاں آتے ہیں ان کو میری نصیحت ہے کہ پہلے سے اس بات کی تیاری کر کے آئیں کہ جو لوگ ان کے ملکوں کی نمائندگی کر رہے ہیں ان کو بھی اخلاقی ضابطوں کے لحاظ سے اعلیٰ نمونہ دکھانے کی تلقین کریں۔ اور ملکی نمائندہ جو بھی امیر کی طرف سے مقرر ہو ان ملکوں کے باشندے یہاں بھی ان کی اطاعت میں رہیں۔ اگرچہ یہ اطاعت ایک قسم کے جزوی دائرے میں ہوگی مگر اس کے باوجود ایسا ہونا ممکن ہے۔ یہ مراد نہیں کہ ان کے امیر کا جو نمائندہ یہاں مقرر ہو گا تمام اس ملک کے آنے والے ان کے تو ماتحت ہوں گے لیکن مقامی امیر سے آزاد ہوں گے۔ اس کا کوئی تصور اسلام میں یا نظام جماعت میں موجود نہیں۔ وہ تمام تر جس ملک میں جاتے ہیں اس ملک کی امارت کے تابع رہتے ہیں اور ان سے تعاون کرنا ان کا اولین فرض بن جاتا ہے لیکن جیسے ایک امیر کے تابع بہت سے شہر بہت سی جماعتیں ہوتی ہیں اور اپنے دائرہ کار میں وہ اپنے اپنے صدر یا اگر امیر ہے تو اس امیر کے تابع ہوتے ہیں اسی طرح جلسے پر آنے والے بھی اپنے دائرہ کار میں اپنے امیر کے تابع ہوتے ہیں مگر نظام جماعت کی عمومیت کے اعتبار سے وہ تمام کلیۃً مقامی امیر یعنی ملک کے امیر کے تابع رہتے ہیں اور یہی نظام ہے جو انشاء اللہ ہمیشہ جاری رہے گا۔ پس اندرونی تنظیم کی خاطر ایک دوسرے کے اخلاق پر نظر رکھنے کے لئے ایک دوسرے کو اعلیٰ خلق کی تعلیم دینے کے لئے یہ ایک نیا پہلو ہے جس کی طرف میں متوجہ کرنا چاہتا ہوں۔ تمام جلسے پر آنے والے اپنے اپنے ملک کے نمائندہ کے زیر نگرانی اپنے آپ کو منظم رکھیں۔ اور آپس میں نیک مشوروں کے لئے بھی بے شک وقت نکالیں تاکہ اس جلسے پر جو کچھ وہ سیکھیں واپس جا کر اپنے ملک میں اسے رائج کرنے کے لئے منظم طریق پر وہ ان باتوں کو دائرہ تحریر میں لائیں اور باقاعدہ ان کی طرف سے واپسی پر اپنے ملک کی مجلس عاملہ کے سامنے رپورٹ پیش ہو۔ اگرچہ بڑے بڑے ممالک میں تو پہلے ہی یہی رنگ اختیار کیا جاتا ہے مگر میرا اندازہ یہی ہے کہ چھوٹے ممالک میں ابھی جلسے کو اس انداز پر قائم نہیں کیا جاتا یا منعقد نہیں کیا جاتا جو قادیان کی پاک روایتیں ہیں پس یہ نصیحت خصوصیت سے چھوٹے ممالک پر اطلاق پاتی ہے۔ ان کے نمائندے بھی خصوصیت سے اس بات کو زیر نظر رکھ کر آئیں، ذہن نشین کر کے آئیں کہ ہم نے یہاں جو سیکھنا ہے اسے واپس جا کر اپنے ملکوں میں رائج کرنا ہے تاکہ مرکزی جلسوں کے نمونے زیادہ سے زیادہ تعداد میں کل عالم میں پھیلیں اور قائم ہو جائیں۔

تمام دنیا میں ایک مضبوط احمدی بھائی چارہ اس معیار کا قائم کیا جائے جس معیار کا بھائی چارہ قرآن ہم میں دیکھنا چاہتا ہے

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کی غرض وغائت میں یہ ایک اہم غرض و غائت ہے کہ اسے کسی قیمت پر بھی ثانوی حیثیت نہیں دی جا سکتی۔ جلسے کا نظام عالمی بھائی چارے کو تقویت دینے اور اخلاقی لحاظ سے ایک عالمی معیار پیدا کرنے اور قائم رکھنے کے لئے بہت ہی ضروری ہے اور اگر ان پاک روایات کو آپ ہمیشہ جاری رکھیں تو اس کے علاوہ آپ کو نظم و ضبط کے بھی نئے سلیقے ملتے ہیں اور ہر قسم کے کاموں میں انتظامات کا ایک ایسا تجربہ نصیب ہوتا ہے جو روزمرہ کی زندگی میں آپ کے ہر طرح سے کام آ سکتا ہے اور جماعت کے کردار کی تخلیق میں بہت مدد دیتا ہے۔ جماعت کا ایک کردار ہے جس کا نہ کسی ملک سے تعلق ہے، نہ کسی قوم سے تعلق ہے، نہ کسی خاندان سے تعلق ہے۔ جماعت بحیثیت جماعت احمدیہ ایک اسلامی کردار کی حامل ہے اور یہی کردار درحقیقت آپ کا تشخص بن رہا ہے اور بنتا چلا جائے گا۔ یہی کردار ہے جس کے تشخص کو نمایاں کرنے کے نتیجے میں ایک عالمی برادری وجود میں آئے گی اور اس کے بغیر یہ ممکن نہیں ہے۔ پس اس کردار کی تعمیر میں اور اس کے تشخص کو نمایاں کرنے میں جماعت احمدیہ عالمگیر کے سالانہ جلسے ایک بہت ہی اہم کردار ادا کرتے ہیں اور جس طرح مجلس

M.A. AMINI TEXTILES

SPECIALISTS IN: FABRIC PRINTING, PRINTED CRIMPLENE, 90" PRINTED COTTON, QUILT COVERS, PRAYER MATS, BEDDINGS, BED SETTEE COVERS

PROVIDENCE MILL, 108 HARRIS STREET, BRADFORD BD1 5JA

TEL: 0274 391 832 MOBILE: 0836 799 469

81/83 ROUNDHAY ROAD LEEDS, LS8 5AQ

TEL: 0532 481 888 - FAX NO. 0274 720 214

شوریٰ ایک خاص دائرے میں خلافت کی نمائندہ اور دست وبازو بن جاتی ہے اسی طرح یہ جلسے بھی اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ خلافت کے قیام اور استحکام اور اس کے فوائد کو عام طور پر جاری کرنے میں بہت ہی مد ثابت ہوتے ہیں۔ پس آنے والوں کے لئے یو۔ کے۔ کی جماعت محنت اور تیاری کرے اور اخلاقی لحاظ سے ہر شخص جو شامل ہونے والا ہے اور میری آواز کو سن رہا ہے وہ اپنا اور اپنے بچوں اور عزیزوں کا جائزہ لے اور دیکھے کہ پہلے اگر کچھ کمزوریاں تھیں تو امسال وہ کمزوریاں نہ ہوں۔

اس پہلو سے جیسا کہ میں پہلے بھی بیان کرتا رہا ہوں مگر اکثر جلسے کے قریب کے خطبے میں بیان کرتا رہا ہوں مگر اب میں سمجھتا ہوں کہ اگر جلسے سے پہلے خطبے میں یہ باتیں بیان کی جائیں تو جس وسعت کے ساتھ انہیں پھیلانے کی ضرورت ہے اور جس گہرائی سے تنظیموں کا فرض ہے کہ ان کی نگرانی کریں اور عمل در آمد میں مد اور مددگار ثابت ہوں ان کے پاس وقت نہیں رہتا اور باتیں سننے کے باوجود انفرادی طور پر تو کچھ لوگوں پر اس کا اثر پڑتا ہوگا اور فائدہ اٹھاتے ہوں گے مگر جماعتی لحاظ سے ان باتوں کو جاری کرنا اور یہ دیکھنا کہ وہ تمام جماعت تک پہنچ چکی ہیں اور تمام خاندان اور افراد ان سے فائدہ اٹھا رہے ہیں جلسے کے بہت قریب کے نتیجے میں ممکن نہیں رہتا۔ ایک اور پہلو یہ ہے کہ دور تک کی آواز پہلے تو بعض دفعہ مہینے یا دو مہینے بعد پہنچا کرتی تھی اور اب ٹیلی ویژن کے ذریعہ خطبہ پہنچتا ہے تو ہر جگہ اس کا انتظام نہیں ہے۔ اس لئے ہر ملک کو کچھ موقع ملنا چاہئے کہ پیغام سن کر اپنی جماعت میں آنے والوں کا جائزہ لیں، ان سے رابطہ کریں، ان تک یہ بات پہنچائیں۔ پس جلسے سے معاً پہلے کے خطبے میں یہ باتیں بیان کرنا اس حد

> **میری خواہش یہی ہے کہ قادیان کا جلسہ ہر جماعت میں اسی طرح منعقد کیا جائے، انہی روایات کے ساتھ، انہی اعلیٰ، نیک اور پاک نصیحتوں کا نمونہ بن کر آئے اور انہی اعلیٰ اور پاک نصیحتوں پر عمل کا نمونہ بن کر آئے**

تک سود مند یعنی فائدہ مند ثابت نہیں ہو سکتیں جتنا کچھ عرصہ پہلے بیان کرنا فائدہ مند ثابت ہو سکتا ہے۔ پس کینیڈا کے جلسے کے حوالے سے مجھے یہ خیال آیا کہ آج ہی آپ سے جلسہ سالانہ یو۔ کے۔ کے متعلق بھی چند باتیں کروں۔

ایک اہم بات جس کی طرف توجہ دلاتا رہا ہوں اور پھر اس کو زیادہ شدت کے ساتھ یاد دلانے کی ضرورت ہے وہ جلسے کے ایام میں نماز با جماعت کا قیام ہے۔ آنے والے مہمان بھی یکساں اس میں مخاطب ہیں اور یہاں خدمت کرنے والے بھی یکساں اس میں مخاطب ہیں۔ جلسے کے ہنگامے کی وجہ سے غیر شعوری طور پر بعض دفعہ خدمت کرنے والے یہ سمجھتے ہیں کہ خدمت تو ہم کر ہی رہے ہیں نمازیں بھی ہو جائیں گی گویا نمازیں ثانوی حیثیت اختیار کر جاتی ہیں اور خدمت اولیت اختیار کر جاتی ہے۔ یہ وہ رجحان ہے جسے شدت سے توڑنے کی ضرورت ہے۔ نمازیں اول ہی رہتی ہیں سوائے اس کے کہ خدمت کے ایسے ہنگامے میں آئیں کہ فوری طور پر اس وقت ادا نہ کی جاسکیں۔ مگر اس سے بڑا ہنگامی وقت کیا ہو سکتا ہے جبکہ قومیں اپنی زندگی اور موت کے جہاد میں مصروف ہوں اور اس سے زیادہ یہ ہنگامہ کیسے اہمیت اختیار کر سکتا ہے کہ جب اس زندگی اور موت کی جدوجہد میں مرکزی حیثیت حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم کو حاصل ہو۔ ایسی صورت میں بھی عین جنگ کے درمیان نماز با جماعت کے احترام کو اس شدت سے قائم کیا گیا کہ یہ خصوصی حکم دیا گیا۔ اس دوران اگر حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم با جماعت نماز پڑھائیں تو شامل ہونے والے آدھی نماز پڑھ کر واپس جائیں تاکہ دوسروں کو موقع ملے کہ وہ آجائیں اور بقیہ آدھی نماز پیچھے پڑھ سکیں اور پھر باقی اپنی بقیہ نماز سب اپنے اپنے وقت پر جاکے پوری کریں۔ اس سے زیادہ نماز با جماعت کے قیام کی اہمیت کا اور کوئی نمونہ پیش کرنا ممکن نہیں۔ اور اس کی روشنی میں نماز با جماعت کی اہمیت کا اندازہ لگانا آسان نہیں بلکہ ایک پہلو سے مشکل ہو جاتا۔ یعنی معاملہ اتنا بلند ہو جاتا ہے کہ عام انسان کی سوچ کی سطح سے بھی اوپر نکل جاتا ہے۔ اتنی زیادہ اہمیت نماز با جماعت کی کہ جہاد ہو رہا ہے، لڑائی جاری ہے اور سپاہی اپنے اپنے لڑنے کے مقام سے واپس آتے ہیں اور آنحضور صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم کے پیچھے با جماعت ایک رکعت نماز پڑھتے ہیں اور کچھ انتظار کرتے ہیں کہ وہ پڑھ لیں تو پھر ہم واپس اپنی جگہوں پر جائیں۔ یہ جہاں معاملے کو آسان بناتا ہے وہاں مشکل بھی بنا دیتا ہے اور اسی حیرت انگیز خصوصی حکم کے متعلق میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ ایک مشکل میرے ذہن میں بھی ابھرتی تھی۔ جس کا یہ حل سمجھ میں آیا کہ یہ حکم استثنائی طور پر حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم سے صحابہ کے تعلق کے نتیجے میں ہے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم کے عشاق آنحضرت صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم سے ایسی محبت رکھتے تھے کہ جہاں شہادت سامنے کھڑی دکھائی دیتی تھی وہاں یہ خیال کہ ایک نماز

> **تمام دنیا کے احمدیوں کو میری نصیحت ہے کہ اپنی نئی نسل کے لڑکوں اور لڑکیوں کے سوالات خصوصیت سے یہاں بھجوایا کریں تاکہ ایک عالمی مجلس سوال و جواب کے ذریعہ ان کے سوالات کے براہ راست جواب دئے جاسکیں**

آنحضورؐ پڑھا رہے ہوں اور ہم اس میں شمولیت سے محروم رہ جائیں اس قدر سوہان روح تھا کہ اللہ تعالیٰ نے پیار و محبت سے ان دلوں کی بیقراری کو دیکھا اور اس کا یہ حل تجویز فرمایا۔ ایک بہت ہی عظیم گواہی ہے صحابہ کے عشق پر بھی اور حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم پر ان کے ایمان کی صداقت اور حقانیت پر کہ ایسے وقت میں اس سے بڑھ کر اور کوئی گواہی کبھی خدا کی طرف سے کسی کے حق میں نہیں دی گئی کہ عشاق کے دل پر نظر پڑے اور یہ حکم ہو کہ عین جنگ کے دوران لڑتے لڑتے تمہیں اجازت ہے کہ اپنی دلی تمناؤں کو پورا کرو اور اگر شہادت مقدر ہے تو اس سے پہلے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم کی امامت میں ایک رکعت ہی سہی مگر ایک رکعت با جماعت ادا کرو۔ تو یہ تو اس پہلو کا حل ہے جو میں نے کہا تھا کہ یہ معاملہ جہاں اہمیت کو آسان بناتا ہے وہاں مشکل بھی بنا کے دکھاتا ہے۔ پس میں نے غور کیا تو مجھے اس مشکل کا یہی حل دکھائی دیا مگر نماز با جماعت کی اہمیت اپنی جگہ اس سے سوا بھی باقی رہتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ وقت کے ہنگامے ثانوی حیثیت رکھتے ہیں سوائے اس کے کہ ناممکن ہو جائے اور ایسا بھی ہوا ہے کہ بعض دفعہ سارا دن ایسا شدید ہنگامہ رہا کہ خدا تعالیٰ کے ہاں یہ منظور نہیں تھا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم اس شدید مصروفیت کے وقت پانچ نمازیں الگ الگ پڑھ سکیں۔ پس ایک ایسے ہی موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم نے پانچ نمازیں اکٹھی ایک دوسری کے بعد با جماعت پڑھائیں اور سب رفقاء کار نے اس میں شرکت کی، سب صحابہؓ نے شرکت کی، اور وہ موقع ہے جب آپ نے ان ظالموں کو بد دعا دی کہ لعنت ہو ان پر جن کی وجہ سے ہمیں نمازیں وقت کے بعد پڑھنی پڑیں۔ ورنہ آنحضور صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم کے منہ سے بد دعا کے کلمات نہیں نکلا کرتے تھے۔ اس سے بھی وقت پر نماز پڑھنے اور با جماعت پڑھنے کی اہمیت کا آپ کو اندازہ ہو گا مگر مرور زمانہ سے رفتہ رفتہ مسلمانوں میں سے با جماعت نماز کے اہتمام کا تصور مٹتا جا رہا ہے اور انفرادی نماز ہی کو کافی سمجھا جاتا ہے۔

جہاں انفرادی نماز کو کافی سمجھا جائے وہاں انفرادی نماز بھی رفتہ رفتہ اٹھنا شروع ہو جاتی ہے اور معاشرے میں انفرادی نماز ادا کرنے والے بھی تھوڑے رہ جاتے ہیں کیونکہ درحقیقت انفرادی نماز کی با جماعت نماز حفاظت کرتی ہے۔ اگر با جماعت نماز کو اہمیت دی جائے اور شدت سے قائم کیا جائے تو نماز قائم کرنے کا دوسرا مفہوم بھی اس میں داخل ہے۔ اول قیام نماز سے مراد یہ ہے کہ با جماعت نماز پڑھی جائے۔ اصل حق عبادت کا تب ادا ہوتا ہے کہ تمام جماعت مل کر خدا کے حضور حاضر ہو اور اسی پہلو سے "ایاک نعبد وایاک نستعین" میں "ہم" کے لفظ سے خدا کے حضور گزارش کی جاتی ہے جس میں با جماعت کا تصور شامل اور داخل ہے ورنہ انفرادی نماز میں تو "ایاک اعبد وایاک استعین" کہا جاسکتا تھا۔ پس با جماعت نماز ایک گہرا فلسفہ رکھتی ہے اور یہ وہ طریق عبادت ہے جس کے نتیجے میں حقیقت میں عبادت خدا کے حضور قائم ہوتی ہے۔ اپنے پاؤں پر کھڑی ہو جاتی ہے۔ دوسرا مفہوم قیام عبادت کا میں نے جیسا کہ اشارہ کیا ہے وہ یہ تھا کہ عبادت کے با جماعت ادا کرنے سے انفرادی عبادت کو تقویت ملتی ہے اور وہ بھی اپنے پاؤں پر کھڑی ہو جاتی ہے کیونکہ جتنے با جماعت نماز پڑھنے والے ہیں وہ گھروں سے رخصت ہوتے وقت بھی گھروں میں عبادت کر کے جاتے ہیں۔ واپس

fozman foods
BUYING GROUP FOR GROCERS
AND C.T.N. SHOPS
2 SANDY HILL ROAD, ILFORD, ESSEX
TELEPHONE
081 478 6464 & 081 553 3611

آتے وقت بھی ایک معین وقت پر عبادت کرتے ہیں اور وہ خاص ایسے معین وقت ہیں جب کہ اہل خانہ اور بچے ان کو دیکھتے ہیں اور نمازوں کی اہمیت ان کے دلوں میں جاگزیں ہو جاتی ہے۔ جو لوگ با جماعت نماز کے لئے پانچ وقت گھروں کو نہیں چھوڑتے وہ انفرادی طور پر پڑھتے بھی ہیں تو اپنی مرضی اور اپنے وقت سے پڑھتے ہیں اور ضروری نہیں کہ ایک خاندان والے اس کو خصوصیت سے دیکھیں اور اس عبادت کا ان کے دل پر گہرا اثر پڑے۔ لیکن نظام کے ساتھ، پابندی کے ساتھ، عین معین وقت پر، ان کا اپنے گھروں اور آراموں سے جدا ہو کر باہر نکل جانا اور جانے سے پہلے کچھ نماز پڑھنا پھر واپسی پر کچھ نماز پڑھنا، یہ ایسی یادیں ہیں جو بچپن ہی میں ذہن اور دل کے پردوں پر ثبت ہو جاتی ہیں۔ اور ایسی اولادیں جو اپنے باپوں، بھائیوں وغیرہ کو ایسا کرتے دیکھتی ہیں ان کے لئے ممکن نہیں کہ اس یاد کو بھلا سکیں اور اس کے نتیجے میں نماز کی اہمیت ہمیشہ کے آئندہ نسلوں کے دلوں میں منتقل ہو جاتی ہے۔ پس اس پہلو سے بھی یہ ایک بہت ہی اہم شعبہ ہے یعنی اہم حکم الٰہی ہے جس کی پابندی ضروری ہے۔ ہماری روحانی زندگی کا ایک مرکزی ستون ہے جس کے بغیر روحانی زندگی کی عمارت قائم ہی نہیں رہ سکتی۔

پس جلسوں میں بھی اس کو شدت کے ساتھ قائم کرنا، ایک اہم ترین ضرورت ہے اور اس پہلو سے بھی ضروری ہے کہ جلسوں پر عام طور پر صرف احمدی ہی نہیں بلکہ بعض غیر احمدی، بعض غیر مسلم بھی شامل ہوتے ہیں اور وہ عمومی طور پر آپ کا ایک جائزہ لے رہے ہوتے ہیں اور اس جائزے کے نتیجے میں یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ یہ کس قسم کے لوگ ہیں۔ کیا اس لائق ہیں کہ ان کے ساتھ شامل ہوا جائے یا نہ ہوا جائے۔ ایسے موقعوں پر آپ کی بے اعتنائیاں، ان کے دلوں پر منفی اثر قائم کرتی ہیں۔ اور عبادت کا ذوق شوق ان کے دلوں کو احمدیت کی صداقت کا پہلے سے بڑھ کر قائل کر دیتا ہے اور جن جگہوں میں بھی عبادت ذوق شوق سے ادا کی جائے بعض لوگ ان یادوں کو ہمیشہ احترام سے دیکھتے ہیں اگرچہ احمدی ہونے کی توفیق نہ بھی ملے تو ہمیشہ ان کا ذکر پیار اور محبت سے کرتے ہیں۔ پس بہت سے غیر احمدی اخباروں کے نمائندے یا دیگر اپنی اپنی جگہوں میں اہمیت رکھنے والے سردار جب قادیان آیا کرتے تھے تو واپسی پر جب وہ تبصرے لکھتے تھے اور بہت سے ان کے تبصرے اخباروں میں چھپے ہوئے بھی موجود ہیں۔ ایک چیز کا وہ نمایاں طور پر ذکر کرتے تھے۔ کہ وہ عجیب قوم ہے کہ ادھر نماز کا وقت ہوا ادھر سارا شہر

جس طرح مجلس شوریٰ ایک خاص دائرے میں خلافت کی نمائندہ اور دست و بازو بن جاتی ہے اسی طرح یہ جلسے بھی اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ خلافت کے قیام اور استحکام اور اس کے فوائد کو عام طور پر جاری کرنے میں بہت مد ثابت ہوتے ہیں

خاموش ہو گیا اور مسجدیں جاگ اٹھیں اور مسجدیں نمازیوں سے بھر جاتی تھیں۔ یہاں تک کہ جو مسجدوں میں جگہ نہیں پا سکتے تھے وہ باہر گلیوں میں کھڑے ہو کر نمازیں ادا کرتے تھے اور حیرت انگیز طور پر انہوں نے ان باتوں کا مشاہدہ کیا اور یہ گواہی دی کہ خدا کی عبادت کو قائم کرنے والے اگر کسی نے دیکھنے ہیں تو قادیان جا کر دیکھے۔

پس جب میں کہتا ہوں کہ جلسہ سالانہ قادیان کی نقلیں کی جائیں تو یہ وہ نقل ہے جو سب سے زیادہ اہم ہے۔ پس اس جلسے پر بھی نماز با جماعت کو قائم کرنے کے لئے ہر ممکن کوشش کریں۔ خود یو۔ کے۔ کی جماعت کو اس سے بہت فائدہ پہنچے گا کیونکہ یہاں ابھی بھی نئی نسلوں میں کچھ کمزوریاں پائی جاتی ہیں جو عبادت کے لحاظ سے کافی توجہ طلب ہیں اور بہت سے شہر ایسے ہیں جہاں نوجوان رفتہ رفتہ اخلاص تو رکھتے ہیں لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ ان کا اخلاص ابھی گہرے عمل کی صورت میں ڈھلا نہیں۔ بہت اچھا موقعہ ہے کہ جلسہ پر ان کی تربیت کی جائے اور اخلاص کو جس طرح اعمال میں ڈھالنے کی ضرورت ہے اس موقع سے فائدہ اٹھایا جائے اور یہ فائدہ اٹھانے کے دن ابھی شروع ہو چکے ہیں۔ اس لحاظ سے میں کہہ رہا ہوں کہ آپ کی جتنی ٹیمیں وہاں خدمت خلق کے لئے پہنچتی ہیں ان پر ابھی سے نماز با جماعت کے قیام کی اہمیت واضح کرنا انتہائی ضروری ہے۔ پانچوں وقت نمازیں وقت کے اوپر با جماعت ادا ہونی چاہئیں اور تمام کام کرنے والے اپنے کام چھوڑ کر وقت پر نماز کے لئے حاضر ہو جایا کریں۔ یہ چند دن جوان کو تربیت کے ملیں گے انشاء اللہ تعالیٰ ان کی زندگیوں میں ایک نقش دوام کا کام کریں گے۔ میں امید رکھتا ہوں کہ جو کچھ وہ سیکھیں گے وہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے پھر آئندہ بھی ان پر عمل جاری رکھیں گے۔ پس یہ بہت ہی اہم بات ہے کہ جلسے کی تیاری کے دوران بھی نماز با جماعت کے قیام کو اہمیت دی جائے اور جلسے کے دنوں میں بھی ان کے ذہنوں اور دلوں پر یہ بات اچھی طرح ثبت کر دی جائے کہ اس دوران بھی آپ نے نماز سے روگردانی نہیں کرنی۔

وہ لوگ جو انتظاموں میں ایسے وقت میں مصروف ہوتے ہیں کہ مجبوری ہے اس وقت مہمانوں کا اتنا زور ہوتا ہے مثلاً روٹی کی تقسیم، سالن کی تقسیم اور اس قسم کے کام ہیں کہ اس وقت فوری طور پر نماز با جماعت ادا نہیں کی جا سکتی۔ ان کے افسران کی ذمہ داری ہے کہ اپنے گزشتہ تجربے کی رو سے ابھی سے وہ پروگرام بنائیں اور جلسے کے پروگراموں میں ان پروگراموں کو مستقل جگہ دی جائے اور وہ اپنی اپنی امارتوں میں یہ باقاعدہ رپورٹ پیش کریں یا یوں کہنا چاہئے افسر جلسہ گاہ یا افسر جلسہ سالانہ کے سامنے باقاعدہ یہ رپورٹ بھی پیش کریں کہ ہم نے نمازوں کے متعلق یہ منصوبہ بنایا ہے، اس طریق پر عمل ہو گا۔ ہمارے اتنے فیصد کارکنان باقاعدہ مرکزی با جماعت نماز میں حصہ لیں سکیں گے۔ اور اتنے فیصد کے لئے ہم نے اپنے تجربے کی رو سے یہ یہ وقت مقرر کئے ہیں۔ اگر اس کو بھی آئندہ جلسہ سالانہ کے پروگراموں کا ایک مستقل

ایک اہم بات جس کی طرف توجہ دلاتا رہا ہوں اور پھر اس کو زیادہ شدت کے ساتھ یاد دلانے کی ضرورت ہے وہ جلسے کے ایام میں نماز با جماعت کا قیام ہے

حصہ بنا لیا جائے تو پھر یہ بات ہمیشہ وقت پر خود بخود یاد آ جایا کرے گی۔ ضروری نہیں کہ ہر جلسے سے پہلے خلیفہ وقت ان باتوں کو ہمیشہ دہرائے، نہ یہ ضروری ہے کہ آئندہ خلفاء بھی اسی طریق پر ان باتوں کو دہراتے رہیں مگر وہ چیزیں جو نظام کا حصہ بن کر نقشے میں داخل ہو جایا کرتی ہیں وہ از خود موقع کے اوپر یاد آ جایا کرتی ہیں۔ پس یہ وہ نئی بات ہے جو میں چاہتا ہوں کہ تمام دنیا کے سالانہ جلسوں کے انتظامات میں داخل کر دی جائے کہ ہر افسر جو کسی شعبے کا انچارج ہے وہ اپنے شعبے میں کام کرنے والوں کے لئے نماز با جماعت کے قیام کے لئے جو بھی منصوبہ بناتا ہے اس کی تحریری رپورٹ وہ اپنے افسر کو پیش کرے اور اس طرح جلسے کی جو اجتماعی کمیٹی ہے اس کے سامنے بھی یہ بات پیش کر دی جائے کہ ہم اس سال نماز کے قیام کے سلسلے میں یہ یہ اقدامات کریں گے۔ خصوصیت کے ساتھ اس میں صبح کی نماز بہت اہمیت رکھتی ہے۔ صبح کی نماز کے وقت حاضری ظہر یا عصر کی نماز سے کم نہیں بلکہ زیادہ ہونی چاہئے۔ کیونکہ انتظامات کے لحاظ سے سب سے کم دباؤ صبح کی نماز کے وقت ہوتا ہے اکثر انتظامات ابھی چل نہیں رہے ہوتے۔ وہ جو رات کے وقت آرام کے لئے ٹھہرتے ہیں وہ صبح کی نماز کے وقت ابھی دوبارہ اٹھ کر اپنے قدموں چلنا شروع نہیں کرتے اور بہترین وقت ہے کہ نمازوں کی حاضری اس وقت سب سے زیادہ ہو لیکن میرا مشاہدہ یہ ہے کہ نمازوں کی حاضری اس وقت سب سے کم ہوا کرتی تھی۔ لیکن جب مثلاً جرمنی میں بھی اور یہاں بھی توجہ دلائی گئی تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس کا بہت نیک نتیجہ ظاہر ہوا۔

کم اور زیادہ کی بحث میں ایک بات ہے جو پیش نظر رہنی چاہئے۔ ظہر اور عصر اور مغرب کی نمازیں اس لئے زیادہ نمازیوں سے بھرتی ہیں کہ بہت سے بیرونی مہمان جو باہر ٹھہرے ہوئے ہیں یا مقامی لوگ جو باہر ٹھہرے ہوئے ہیں ان کو آنے کا موقع ملتا ہے۔ اس لئے اس استثناء کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے اور میں جو بات آپ سے کہہ رہا ہوں اس کو پیش نظر رکھ کر کہہ رہا ہوں۔ یعنی اس غلط فہمی میں مبتلا نہیں ہوں کہ میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت جتنی حاضری ہوتی ہے یعنی دوپہر وغیرہ کو، اتنی ہی صبح ممکن ہے۔ ممکن نہیں ہے مگر جو موجود ہیں ان کے لحاظ سے میں یہ بات کر رہا ہوں۔ تناسب کے لحاظ سے ان کی حاضری صبح گر جاتی ہے۔ اس کی ایک وجہ تو شاید یہ ہے

SATELLITES
OFFICIAL SKY AGENTS
MTV AHMADIYYA
SKY
TV ASIA
VIEW THE SERMON EVERY DAY ON EUTELSAT - SATELLITE SYSTEM AVAILABLE FOR ALL SATELLITES IN THE WORLD.
VIEWING CARDS IN STOCK. INSTALLATION AVAILABLE.
MAIL ORDER & INTERNATIONAL EXPORT SERVICE AVAILABLE
WE ACCEPT CREDIT CARDS. CALL FOR COMPETITIVE PRICES. ASK US FOR MORE DETAILS.
S.M SATELLITE SERVICES
15 BRIDGE END, CAMBERLEY, SURREY, GU15 2QX, ENGLAND
TELEPHONE 0276 20916 FAX 0276 678740
RECEIVERS, DECODERS, DISHES, SMART CARDS

کہ جلسے کے دنوں میں مہمان دیر تک پھرتے یا آپس میں باتیں کرتے، مجلسیں لگاتے اور سمجھتے ہیں کہ جلسے کے مزے پورے لوٹنے میں تقریریں ختم ہونے کے بعد کا دور جو ہے وہ بہت ہی اہم کردار ادا کرتا ہے۔ تقریریں تو سن لیتے ہیں کیونکہ ان کے بغیر جلسے میں شمولیت کا فائدہ کوئی نہیں۔ لیکن جو مزے اٹھاتے ہیں وہ تقریروں کے بعد اٹھاتے ہیں (یعنی بعض لوگ) اور یہ پھر ٹولوں کی صورت میں خوب سیریں کرتے پھرتے، کہیں کباب خریدتے، کہیں تکے کھاتے، کہیں

> **جہاں انفرادی نماز کو کافی سمجھا جائے وہاں انفرادی نماز بھی رفتہ رفتہ اٹھنا شروع ہو جاتی ہے اور معاشرے میں انفرادی نماز ادا کرنے والے بھی تھوڑے رہ جاتے ہیں کیونکہ درحقیقت انفرادی نماز کی با جماعت نماز حفاظت کرتی ہے**

سے سموسے لیتے اور کھانے میں جو کمی ہے اس کو پورا کرتے، بچے بھی خوب پھرتے اور پھر گھروں میں یہ مجالس لگاتے، ایک دوسرے کے کیمپوں میں جاکے بیٹھتے ہیں۔ اچھا نیک مشغلہ ہے اس میں کوئی برائی نہیں، ان کا حق ہے ذرا Relax ہوں اور جو دوسرے جلسے کے فوائد ہیں ان کے پیش نظر آپس میں مل جل کر محبت بڑھائیں۔ لیکن وہ ساری محبتیں جو آپس میں بڑھیں اور خدا کی محبت میں حائل ہو جائیں وہ محبتیں محبت کہلانے کے لائق نہیں ہیں کیونکہ ہمیں تو للہی محبت کا حکم ہے۔ پس وہ ساری مجالس جو رات دیر تک چلتی ہیں اگر صبح کے وقت کی نماز میں حائل ہو جائیں تو وہ نیکی کا سب کردار کھو بیٹھتی ہیں اور وہ مسلمانوں کی مجالس کہلانے کی مستحق نہیں رہتیں۔ تبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے اس بات کو سخت ناپسند فرمایا کہ عشاء کی نماز کے بعد گپوں کی لمبی مجلسیں چلیں جو تہجد اور صبح کی نماز میں حائل ہو جاتی ہیں۔ پس اگر آپ کی مجلسیں جو ان ہنگامی دنوں میں ایک دلچسپ مجبوری بھی ہیں ضرور جاری رہنی ہیں تو اس شرط پر جاری رہیں کہ صبح کی نماز میں کسی قیمت پر حائل نہیں ہوں گی۔ اگر زیادہ دیر جاگے ہوئے ہو گئی ہے تو پھر سونے میں دیر کر دیں اور صبح کی نماز پڑھ کر جلسے سے پہلے گھنٹہ دو گھنٹے آرام کر لیں اور اگر یہ طاقت نہیں تو پھر آپ کو رات دیر تک جاگنے کی بھی اجازت نہیں ہے۔ پھر اپنے وقت پر سونا لازم ہے مگر جو بھی ہو صبح کی نماز آپ کی دیگر دلچسپیوں سے کسی قیمت پر متاثر نہیں ہونی چاہئے۔ جو خدمت کرنے والے ہیں ان کی بھی ایک نفسیات ہے۔ وہ سمجھتے ہیں رات ہم نے خوب خدمتیں کی ہیں اب ذرا آرام کر لیں یہی تو وقت آرام کا ہے اور واقعہ یہ ہے کہ صبح کے وقت کے آرام کا جو مزہ ہے وہ ساری رات کے دوسرے آرام کا نہیں۔ شیطان نے اس میں ایسی لذت رکھ دی ہے کہ ضرور دخل دیتا ہے اور آدمی کو کہتا ہے کہ دیکھو اب تو مزہ آرہا ہے نیند کا، اب کونسا اٹھنے کا وقت ہے حالانکہ وہی وقت ہے اٹھنے کا۔ جو اس وقت اٹھتا ہے وہ ثابت کرتا ہے کہ میں نے اب اپنے سب آراموں کو خدا کی خاطر ایک طرف پھینک دیا ہے اور وہ ترک کر کے میں اللہ کے حضور حاضر ہونے لگا ہوں۔ جو لطف ایسے اٹھنے کا ہے وہ کسی اور اٹھنے میں نہیں۔ پس خدمت کرنے والوں کو بھی میری نصیحت ہے کہ یہ عذر یا احسان پیش نظر نہ رکھیں کہ آپ نے خدمت کی ہے اس لئے صبح کی نماز ترک کرنے کا حق مل گیا ہے۔ ہرگز نہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے ایک موقع پر فرمایا جبکہ قوم سارا دن جہاد کی محنت اور مشقت کے بعد سخت تھکی ہوئی تھی اور سفر کی صعوبت بھی اس پر اضافہ تھی کہ آج کی رات اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو بڑے پیار سے دیکھا ہے جو خصوصیت سے وقت پر عبادت کے لئے اٹھے تھے۔ جب دنیا کی محنتیں یا بدنی محنتیں اتنی بڑھ جائیں کہ اس وقت نماز کے لئے اٹھنا سب سے زیادہ دوبھر ہو، وہی وقت ہے اللہ تعالیٰ کی محبت جیتنے کا، وہی تو وقت ہے خصوصیت سے اس کی نظر میں آجانے کا۔ پس خدمت کرنے والوں کی خدمتیں بھی تو اسی طرح قبول ہوں گی کہ وہ ایسی نمازوں کا حق ادا کریں جو بڑی مشکل ہو جاتی ہیں اور اگر وہ ایسا کریں تو ان کی ساری خدمتیں

> **عبادت کے با جماعت ادا کرنے سے انفرادی عبادت کو تقویت ملتی ہے اور وہ بھی اپنے پاؤں پر کھڑی ہو جاتی ہے**

عبادت بن جائیں گی۔ اور اس سے اچھا اور کوئی سودا نہیں۔ پس نظام جماعت کو بھی اس بات میں ممد ہونا چاہئے کہ یہ یاددہانیاں سب کارکنوں کو ہوتی رہیں اور یہ دیکھا جائے کہ کسی نظام میں ضرورت سے زیادہ آدمی خدمت کے لئے موجود نہ رہیں۔ سب سے کم خدمت پر مامور ہونے کا وقت نمازوں کے قیام کا وقت ہے۔ اور یہ سبق بھی ہمیں اسی مثال سے ملتا ہے جو میں نے جہاد کی مثال آپ کے سامنے رکھی کہ عین جہاد کے دوران قرآن کریم نے نماز با جماعت کا ارشاد فرمایا ہے اور جگہ چھوڑ کر نماز کے لئے آنے کا حکم ہے۔ پس اگر جہاد کی دفاعی ضرورت کے وقت بھی جگہ کو چھوڑ کر تعداد کو نصف کیا جا سکتا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ جلسے کے انتظامات میں نمازوں کے قیام کے وقت کم سے کم کارکنان نہ رکھے جائیں جن کے بغیر کام چلنا ممکن نہ ہو اور جو رکھے جائیں ان کے لئے وہاں نمازوں کا انتظام ہونا چاہئے۔ پس جو پہروں کی ٹولیاں بعض جگہ بیٹھتی ہیں وہاں ان کے مرکز قائم ہوتے ہیں۔ صبح کی نماز کے وقت خصوصیت سے کم سے کم ضروری نگران موجود رہیں اور باقی سب نماز پہ پہنچیں۔ جب وہ آجائیں تو پھر جو موجود ہیں وہ وہاں اپنی اپنی با جماعت نماز پڑھیں۔ تو اس لحاظ سے یہ جلسہ ایک مستقل نماز با جماعت کے قیام کا انداز سکھانے والا جلسہ بن جائے اور جو میں نے نصیحت تمام دنیا کی جماعتوں کو کی ہے اس نصیحت کی بہترین مثال یو۔ کے۔ کی جماعت پیش کرے اور اس پہلو سے میں امید رکھتا ہوں کہ وہ ساری نمازیں جو اس کے نتیجہ میں باہر ادا کی جائیں گی ان کی جزا میں بھی اللہ تعالیٰ یو۔ کے۔ کی جماعت کو شامل فرمالے گا۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے نیکیاں جاری کرنے والوں کے لئے یہی خوش خبری عطا فرمائی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جو لوگ نیکیاں جاری کرتے ہیں جب تک وہ نیکیاں جاری رہتی ہیں ان نیکیوں کے کرنے والوں کے اعمال کی جزاء میں اللہ تعالیٰ نیکیاں جاری کرنے والوں کو بھی حصہ دیتا چلا جاتا ہے مگر جو نیکیاں کرتا ہے اس کی جزاء میں سے کچھ کاٹتا نہیں کیونکہ خدا تعالیٰ لامتناہی قوتوں کا مالک ہے اس کے پاس کوئی کمی نہیں ہے۔ پس جو نیکیاں آپ کے ذریعے آئندہ مختلف ملکوں میں قائم ہونگی۔ یعنی یو۔ کے۔ جماعت کی بہترین مثالوں کے ذریعے، حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے الفاظ میں میں آپ کو خوشخبری دیتا ہوں کہ وہ نیکیاں جاری کرنے والے اپنا اجر بھی پائیں گے اور

> **میں چاہتا ہوں کہ تمام دنیا کے جلسوں کے انتظامات میں یہ بات داخل کر دی جائے کہ ہر افسر جو کسی شعبے کا انچارج ہے وہ اپنے شعبہ میں کام کرنے والوں کے لئے نماز با جماعت کے قیام کے لئے جو بھی منصوبہ بناتا ہے اس کی تحریری رپورٹ وہ اپنے افسر کو پیش کرے**

اتنا ہی اجر خدا تعالیٰ آپ کے حصے میں بھی لکھتا چلا جائے گا۔ پس بہترین موقع ہے کہ اپنی نیکیوں کے مددگار تمام دنیا میں پیدا کر دیں اور ان نیکیوں کی جزائیں آپ کو بخشنے والے تمام دنیا میں پیدا ہو جائیں۔ خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔

جہاں تک عمومی حسن خلق کا تعلق ہے وہ تو کسی اور بیان کا محتاج نہیں۔ میرے تمام خطبات آج کل اسی موضوع پر چل رہے ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ خطبات میں بھی یہ مضمون جاری رہے گا۔ اللہ تعالیٰ آپ کا حامی و ناصر ہو اور جماعت احمدیہ کو ایک "امت واحدہ" بنانے میں ہم سب کو بہترین کردار ادا کرنے کی توفیق عطا ہو۔ السلام علیکم۔

★★★★★★★★★★★★★★★

SCL

DISTRIBUTORS OF COMPUTER PARTS AND SPARES
DIRECT TO THE PUBLIC

4A RANELAGH ROAD, SOUTHALL,
MIDDLESEX, UB1 1DO
TELEPHONE 081 571 0859/9933
MOBILE 0831 093 120
FAX 081 571 9933

(دوسری قسط)

(مسعود احمد خان)

خدائے قادر کی گواہی کا درجہ رکھنے والی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک مہتم بالشان پیش گوئی

ہر ہٹ دھرمی اور کٹ حجتی کا مسکت جواب

خداتعالیٰ کی گواہی کا درجہ رکھنے والے ایسے مہتم بالشان نشانوں کا خود اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرنے کے بعد مسلمانوں کا یہ فرض تھا کہ وہ خداتعالیٰ کی اس گواہی کو قبول کر کے اس مہدی موعود پر جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا مہدی قرار دیا تھا ایمان لانے میں قطعاً دیر نہ کرتے اور اس کی طرف دوڑے چلے آتے لیکن افسوس! صد افسوس! انہوں نے کمال ناشکری کا مظاہرہ کرتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کو بیک وقت کل عالم پر آشکار کرنے والے ان مہتم بالشان نشانوں کو تسلیم کرنے سے نہ صرف انکار کیا بلکہ ہٹ دھرمی اور کٹ حجتی کا مظاہرہ کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ جب تک خسوف و کسوف کے نشان ظاہر نہ ہوئے تھے تو منکرین کہا کرتے تھے کہ رمضان کے مہینے میں چاند اور سورج کو ایک ساتھ گرہن لگنے کے موعودہ نشان تو ظاہر نہیں ہوئے اندریں حالات ہم کیسے باور کر لیں کہ فی الحقیقت مہدی و مسیح کا ظہور عمل میں آچکا ہے۔ جب خداتعالیٰ نے ۱۸۹۴ء کے رمضان میں خسوف و کسوف کے نشانات ظاہر کر دیئے تو پھر انہوں نے کہنا شروع کر دیا کہ چاند اور سورج کو تو گرہن لگا ہی کرتے ہیں ہم انہیں صداقت کے نشان کیسے مان لیں۔ ان کے اس طرز عمل کی اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پہلے ہی خبر دے دی تھی چنانچہ دعویٰ مہدویت سے بہت قبل آپؑ کو خدائی گواہی کے ذکر پر مشتمل خداتعالیٰ کی طرف سے جو بشارت عطا کی گئی تھی اور اسے لوگوں تک پہنچانے کا جو تاکیدی حکم ملا تھا اس کے معاً بعد نازل ہونے والے الہامات

وَقَالُوْا اَنّٰی لَکَ ھٰذَا اِنْ ھٰذَا اِلَّا سِحْرٌ یُّؤْثَرُ وَاِنْ یَّرَوْا اٰیَۃً یُّعْرِضُوْا وَیَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ

سے صاف ظاہر تھا کہ اکثر لوگ ایسے آسمانی نشانوں کو بھی جو یکسر انسانی طاقتوں سے بالا ہوں گے خاطر میں نہیں لائیں گے اور اس امر کی بھی پرواہ نہیں کریں گے کہ خداتعالیٰ نے یہ نشان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی کے عین مطابق آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت اور عظمت و جلالت شان کو بیک وقت کل دنیا پر آشکار کرنے کے لئے دکھائے ہیں۔ چنانچہ حضرت مہدی علیہ السلام نے مذکورہ خدائی گواہی کے متعلق منکروں کے اس طرز عمل کا بطور خاص ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

"جب کفار نے شق القمر دیکھا تھا تو یہی عذر پیش کیا تھا کہ یہ ایک کسوف کی قسم ہے، (ایسا) ہمیشہ ہوا کرتا ہے، (یہ) کوئی نشان نہیں۔ اب اس پیش گوئی میں خداتعالیٰ نے اس کسوف خسوف کی طرف اشارہ فرمایا جو اس پیش گوئی سے کئی سال بعد میں وقوع میں آیا جو کہ مہدی معہود کے لئے قرآن شریف اور حدیث دارقطنی میں بطور نشان مندرج تھا اور یہ بھی فرمایا کہ اس کسوف خسوف کو دیکھ کر منکر لوگ یہی کہیں گے کہ یہ کچھ نشان نہیں یہ ایک معمولی بات ہے۔ یاد رہے کہ قرآن شریف میں اس کسوف خسوف کی طرف آیت جمع الشمس والقمر (سورۃ القیامہ آیت ۱۰) میں اشارہ ہے اور حدیث میں اس کسوف خسوف کے بارہ میں امام باقر کی روایت ہے جس کے یہ لفظ ہیں کہ ان لمھدینا آیتین۔ اور عجیب تر بات یہ کہ براہین احمدیہ میں واقعہ کسوف خسوف سے قریباً پندرہ برس پہلے اس واقعہ کی خبر دی گئی اور یہ بھی بتلایا گیا کہ اس کے ظہور کے وقت ظالم لوگ اس نشان کو قبول نہیں کریں گے اور کہیں گے کہ یہ ہمیشہ ہوا کرتا ہے حالانکہ ایسی صورت جب سے کہ دنیا ہوئی کبھی پیش نہیں آئی کہ کوئی مہدی کا دعویٰ کرنے والا ہو اور اس کے زمانہ میں کسوف خسوف ایک ہی مہینہ میں یعنی رمضان میں ہو۔ اور یہ فقرہ جو دو مرتبہ فرمایا گیا کہ

قُلْ عِنْدِیْ شَھَادَۃٌ مِّنَ اللّٰہِ فَھَلْ اَنْتُمْ مُّؤْمِنُوْنَ وَقُلْ عِنْدِیْ شَھَادَۃٌ مِّنَ اللّٰہِ فَھَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ

اس میں ایک شہادت سے مراد کسوف شمس ہے اور دوسری شہادت سے مراد خسوف قمر ہے۔" (اربعین نمبر۳۔ ص۲۷، ۲۸۔ طبع اول)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صرف اس امر کا ہی ذکر نہیں فرمایا کہ جب سیدنا حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی کے بموجب آپؑ کے دعویٰ مہدویت کے چند سال بعد ۱۸۹۴ء کے رمضان میں مقررہ تاریخوں اور اوقات میں چاند اور سورج کو گرہن لگے تو انہی منکرین نے جو اس نشان کے پورا ہونے کا مطالبہ کیا کرتے تھے خسوف و کسوف کو نشان تسلیم کرنے سے انکار کر دیا بلکہ انہوں نے اپنے اس انکار کے جواز کے طور پر ہٹ دھرمی اور کٹ حجتی کے رنگ میں ان کھلے نشانوں کے ظہور پر جو اعتراض کئے آپؑ نے ان میں سے ہر ایک کا بڑی تفصیل سے جواب دے کر ان پر اتمام حجت کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ ذیل میں ہم ایسے منکرین کے اعتراض اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے ان کے مسکت جواب ترتیب وار پیش کرتے ہیں۔

پہلا اعتراض اور اس کا جواب

مخالفین نے ایک اعتراض یہ کیا کہ یہ پیش گوئی اپنے الفاظ کے مفہوم کے مطابق پوری نہیں ہوئی۔ چاند گرہن کے لئے پیش گوئی میں "لاول لیلۃ من رمضان" کے الفاظ آئے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ چاند گرہن رمضان کی پہلی تاریخ کو لگے گا۔ اسی طرح سورج گرہن کے متعلق "تنکسف الشمس فی النصف منہ" کی رو سے سورج گرہن ۱۵ رمضان کو لگنا تھا لیکن ۱۸۹۴ء میں رمضان کے دوران چاند کو گرہن ۱۳ تاریخ کو لگا اور سورج گرہن ۲۸ رمضان کو واقع ہوا۔ اس لحاظ سے یہ کہنا کہ پیش گوئی پوری ہو گئی درست نہیں ہے۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس اعتراض کی نامعقولیت واضح کرتے ہوئے رقم فرمایا:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس گرہن کے لئے کوئی نیا قاعدہ اپنی طرف سے نہیں تراشا بلکہ اسی قانون قدرت کے اندر اندر گرہن کی تاریخوں سے خبر دی ہے جو خدا نے ابتداء سے سورج اور چاند کے لئے مقرر کر رکھا ہے اور صاف لفظوں میں فرما دیا ہے کہ سورج کا کسوف اس کے دنوں میں سے بیچ کے دن ہو گا اور قمر کا خسوف اس کی پہلی رات میں ہو گا یعنی ان تین راتوں میں سے جو خدا نے قمر کے گرہن کے لئے مقرر فرمائی ہیں پہلی رات میں خسوف ہو گا۔ سو ایسا ہی وقوع میں آیا کیونکہ چاند کی تیرھویں رات میں جو قمر کی خسوفی راتوں میں سے پہلی رات ہے خسوف واقع ہو گیا اور حدیث کے مطابق واقع ہوا، ورنہ مہینہ کی پہلی رات میں قمر کا گرہن ہونا ایسا ہی بدیہی محال ہے جس میں کسی کو کلام نہیں، وجہ یہ کہ عرب کی زبان میں چاند کو اسی حالت میں قمر کہہ سکتے ہیں جبکہ چاند تین دن سے زیادہ کا ہو اور تین دن تک اس کا نام ہلال ہے، نہ قمر۔ اور بعض کے نزدیک سات دن تک ہلال ہی کہتے ہیں چنانچہ قمر کے لفظ میں لسان العرب وغیرہ میں یہ عبارت ہے

ھُوَ بَعْدَ ثَلٰثِ لَیَالٍ اِلٰی اٰخِرِ الشَّھْرِ

یعنی چاند پر قمر کے لفظ کا اطلاق تین رات کے بعد ہوتا ہے۔ پھر جبکہ پہلی رات میں جو چاند نکلتا ہے وہ قمر نہیں ہے اور نہ قمر کی وجہ تسمیہ شدت سپیدی و روشنی اس میں موجود ہے تو پھر کیونکر یہ معنے صحیح ہوں گے کہ پہلی رات میں قمر کو گرہن لگے گا یہ تو ایسی ہی مثال ہے جیسے کوئی کہے کہ فلاں جوان عورت پہلی ہی رات میں حاملہ ہو جائے گی اور اس پر کوئی مولوی ضد کر کے یہ معنے بتلاویں کہ پہلی رات سے مراد وہ رات ہے جس رات وہ لڑکی پیدا ہوئی تھی، تو کیا یہ معنے صحیح ہوں گے؟ اور کیا ان کی خدمت میں کوئی عرض نہیں کرے گا کہ حضرت پہلی رات میں تو وہ جوان عورت نہیں کہلاتی بلکہ اس کو صبیہ یا بچہ کہیں گے، پھر اس کی طرف حمل منسوب کرنا کیا معنے رکھتا ہے؟ اور اس جگہ ہر ایک عقلمند یہی سمجھے گا کہ پہلی رات سے مراد زفاف کی رات ہے جبکہ اول دفعہ ہی کوئی عورت اپنے خاوند کے پاس جائے۔ اب بتلاؤ کہ اس فقرے میں اگر کوئی اس طرح کے معنے کرے تو کیا وہ معنے آپ کے نزدیک صحیح ہیں؟ اس بنیاد پر کہ خدا ہر ایک چیز پر قادر ہے اور کیا آپ ایسا خیال کر لیں گے کہ وہ جوان عورت پیدا ہوتے ہی اپنی پیدائش کی پہلی رات میں ہی حاملہ ہو جائے گی؟

اے حضرات! خدا سے ڈرو۔ جبکہ حدیث میں قمر کا لفظ موجود ہے اور بالاتفاق قمر اس کو کہتے ہیں جو تین دن کے بعد یا سات دن کے بعد کا چاند ہوتا ہے تو اب ہلال کو کیونکر قمر کہا جائے۔ ظلم کی بھی تو کوئی حد ہوتی ہے۔ پھر ظاہر ہے کہ جبکہ قمر کے گرہن کے لئے تین راتیں خدا کے قانون قدرت میں موجود ہیں اور پہلی رات چاند کے خسوف کی تین راتوں میں سے مہینہ کی تیرھویں رات ہے اور ایسا ہی سورج کے گرہن کے لئے خدا کے قانون قدرت میں تین دن ہیں اور بیچ کا دن سورج کے کسوف کے دنوں میں سے مہینہ کی اٹھائیسویں تاریخ ہے تو یہ معنے کیسے صاف اور سیدھے اور سریع الفہم اور قانون قدرت پر مبنی ہیں کہ مہدی کے ظہور کی یہ نشانی ہو گی کہ چاند کو اپنے گرہن کی مقررہ راتوں میں سے جو اس کے لئے خدا نے ابتداء سے مقرر کر رکھی ہیں پہلی رات میں گرہن لگ جائے گا یعنی مہینے کی تیرھویں رات جو گرہن کی مقررہ راتوں میں سے پہلی رات ہے۔ ایسا ہی سورج کو اپنے گرہن کے مقررہ دنوں میں سے بیچ کے دن میں گرہن لگے گا یعنی مہینہ کی اٹھائیسویں تاریخ کو جو سورج کے گرہن کا ہمیشہ بیچ کا دن ہے کیونکہ خدا کے قانون قدرت کی رو سے ہمیشہ چاند کا گرہن تین راتوں میں سے کسی رات میں ہوتا ہے یعنی ۱۳، ۱۴، ۱۵۔ پس چاند کے گرہن کا پہلا دن

ہمیشہ تیرھویں تاریخ سمجھا جاتا ہے اور سورج کے گرہن کا بیچ کا دن ہمیشہ مہینہ کی ۲۸ تاریخ۔ عقلمند جانتا ہے۔ اب ایسی صاف پیش گوئی میں بحث کرنا اور یہ کہنا کہ قمر کا گرہن مہینہ کی پہلی رات میں ہونا چاہیئے تھا یعنی جبکہ کنارہ آسمان پر ہلال نمودار ہوتا ہے یہ کس قدر ظلم ہے۔ کہاں ہیں رونے والے جو اس قسم کی عقلوں کو رودیں۔ یہ بھی خیال نہیں کرتے کہ پہلی تاریخ کا چاند جس کو ہلال کہتے ہیں وہ تو خود ہی مشکل سے نظر آتا ہے۔ اسی وجہ سے ہمیشہ عیدوں پر جھگڑے ہوتے ہیں۔ پس اس غریب بےچارے کا گرہن کیا ہوگا۔ کیا پدی کیا پدی کا شوربا" (تحفہ گولڑویہ ص ۳۰،۳۱ طبع اول زمانہ تصنیف ۱۹۰۰ء)

دوسرا اعتراض اور اس کا جواب

پہلا اعتراض قوانین قدرت کو یکسر نظر انداز کر کے کھلی دھاندلی کے رنگ میں کیا گیا تھا دوسرا اعتراض بظاہر قانون قدرت کا سہارا لے کر کیا گیا۔ جہاں پہلا اعتراض سرتاپا غلط اور بےبنیاد تھا وہاں دوسرا اعتراض بھی کچھ کم بلاجواز اور بےمحل ثابت نہ ہوا۔ اس لئے کہ حدیث کے ایک جملہ کو سیاق و سباق سے الگ کر کے اور قواعد گرامر کو یکسر نظر انداز کر کے اسے غلط معنے پہنانے کی کوشش کی گئی۔ رمضان میں لگنے والے چاند گرہن اور سورج گرہن کو مہدی کے دو خاص نشان قرار دینے کے بعد حدیث میں

لَمْ تَكُونَا مُنْذُ خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ.

فقرہ آتا ہے جس کے معنے ہیں کہ جب سے اللہ نے زمین و آسمان پیدا کئے یہ دونوں کبھی ظاہر نہیں ہوئے یعنی مہدی کے زمانہ میں یہ دونوں پہلی دفعہ ظاہر ہوں گے۔ اس زمانے کے مولوی صاحب نے اس امر پر اصرار کر کے کہ یہاں "دونوں" سے مراد چاند گرہن اور سورج گرہن ہیں اعتراض یہ کیا کہ قدیمی تجربہ اور مشاہدہ اس امر پر شاہد ہے کہ رمضان کے مہینے کے دوران پہلے بھی چاند اور سورج کو ایک ساتھ گرہن لگتے رہے ہیں اس لئے انہیں آنے والے مہدی کے دو خاص نشان قرار نہیں دیا جاسکتا۔ یہ کہنا ہی درست ثابت نہیں ہوتا کہ جب سے زمین و آسمان پیدا ہوئے ہیں ایسا کبھی نہیں ہوا۔ ایسے سراسر بلاجواز اور بےمحل اعتراض کی نامعقولیت واضح کرتے ہوئے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رقم فرمایا:

> "یہ دارقطنی کی حدیث ہے کہ مہدی موعود کی یہ بھی نشانی ہے کہ خدا اس کے لئے اس کے زمانہ میں یہ نشان ظاہر کرے گا کہ چاند اپنی مقررہ راتوں میں سے (جو اس کے خسوف کے لئے خدا نے راتیں مقرر کر رکھی ہیں یعنی تیرھویں، چودھویں، پندرھویں) پہلی رات میں گرہن پذیر ہوگا اور سورج اپنے مقررہ دنوں میں سے (جو اس کے کسوف کے لئے خدا نے مقرر کر رکھے ہیں یعنی ۲۷،۲۸،۲۹) درمیانی دن میں کسوف پذیر ہوگا اور یہ دونوں خسوف کسوف رمضان میں ہوں گے اور ایک حدیث میں ہے کہ مہدی کے وقت میں یہ دو مرتبہ واقع ہوں گے۔ چنانچہ یہ دونوں دو مرتبہ میرے زمانہ میں رمضان میں واقع ہوگئے، ایک مرتبہ ہمارے اس ملک میں دوسری مرتبہ امریکہ میں۔ اور ہمیں اس بات سے بحث نہیں کہ ان تاریخوں میں کسوف و خسوف رمضان کے مہینہ میں ابتدائے دنیا سے آج تک کتنی مرتبہ واقع ہوا ہے۔ ہمارا مدعا صرف اس قدر ہے کہ جب سے نسل انسان دنیا میں آئی ہے نشان کے طور پر یہ خسوف، کسوف صرف میرے زمانہ میں میرے لئے واقع ہوا ہے اور مجھ سے پہلے کسی کو یہ اتفاق نصیب نہیں ہوا کہ ایک طرف تو اس نے مہدی موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہو اور دوسری طرف اس کے دعوے کے بعد رمضان کے مہینہ میں مقرر کردہ تاریخوں میں خسوف کسوف بھی واقع ہوگیا ہو اور اس نے اس کسوف خسوف کو اپنے لئے ایک نشان ٹھہرایا ہو۔ اور دارقطنی کی حدیث میں یہ تو کہیں نہیں ہے کہ پہلے کبھی کسوف خسوف نہیں ہوا۔ ہاں یہ تصریح سے الفاظ موجود ہیں کہ نشان کے طور پر یہ پہلے کبھی کسوف خسوف نہیں ہوا کیونکہ "لم تکونا" کا لفظ مؤنث کے صیغہ کے ساتھ دارقطنی میں ہے جس کے یہ معنے ہیں کہ ایسا نشان کبھی ظہور میں نہیں آیا اور اگر یہ مطلب ہوتا کہ کسوف خسوف پہلے کبھی ظہور میں نہیں آیا تو لفظ "لم یکونا" مذکر کے صیغہ سے چاہیئے تھا نہ کہ "لم تکونا" کہ جو مؤنث کا صیغہ ہے جس سے صریح معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مراد "آیتین" ہے یعنی دو نشان کیونکہ یہ مؤنث کا صیغہ ہے۔ پس جو شخص یہ خیال کرتا ہے کہ پہلے بھی کئی دفعہ خسوف کسوف ہوچکا ہے اس کے ذمہ یہ بار ثبوت ہے کہ وہ ایسے مدعی مہدویت کا پتہ دے جس نے اس کسوف خسوف کو اپنے لئے نشان ٹھہرایا ہو اور یہ ثبوت یقینی اور قطعی چاہیئے اور یہ صرف اس صورت میں ہوگا کہ ایسے مدعی کی کوئی کتاب پیش کی جائے جس نے مہدی معہود ہونے کا دعویٰ کیا ہو اور نیز یہ لکھا ہو کہ خسوف کسوف جو رمضان میں دارقطنی کی مقررہ تاریخوں کے موافق ہوا ہے وہ میری سچائی کا نشان ہے۔ غرض صرف خسوف کسوف خواہ ہزاروں مرتبہ ہوا ہو اس سے بحث نہیں۔ نشان کے طور پر ایک مدعی کے وقت صرف ایک دفعہ ہوا ہے اور حدیث نے ایک مدعی مہدویت کے وقت میں اپنے مضمون کا وقوع ظاہر کر کے اپنی صحت اور سچائی کو ثابت کر دیا" (چشمہ معرفت حاشیہ صفحہ ۳۱۴، ۳۱۵۔ طبع اول)

یہ واضح فرمانے کے علاوہ کہ

لَمْ تَكُونَا مُنْذُ خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ.

سے مراد یہ ہے کہ جب سے زمین و آسمان پیدا ہوئے ہیں بجز مہدی معہود کے کسی اور مامور من اللہ کے لئے رمضان کی مقرر کردہ تاریخوں میں ہونے والے خسوف و کسوف کو نشان نہیں ٹھہرایا گیا۔ بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پر اعتراض کرنے والوں سے مطالبہ کیا کہ اگر ان کے نزدیک اس کی کوئی نظیر پہلے سے موجود ہے تو وہ اس بات کا ثبوت پیش کریں ورنہ اس حدیث پر جو نہایت مہتم بالشان پیش گوئی پر مشتمل ہے اعتراض کرنے اور اسے جھٹلانے سے باز رہیں۔ چنانچہ آپؑ نے رقم فرمایا:

> "درحقیقت آدم سے لے کر اس وقت تک کبھی اس قسم کی پیش گوئی کسی نے نہیں کی اور یہ پیش گوئی چار پہلو رکھتی ہے (۱) یعنی چاند کا گرہن اس کی مقررہ راتوں میں سے پہلی رات میں ہونا۔ (۲) سورج کا گرہن اس کے مقررہ دنوں میں سے بیچ کے دن ہونا۔ (۳) تیسرے یہ کہ رمضان کا مہینہ ہونا۔ (۴) چوتھے مدعی کا موجود ہونا جس کی تکذیب کی گئی ہو۔ پس اگر اس پیش گوئی کی عظمت کا انکار ہے تو دنیا کی تاریخ میں سے اس کی نظیر پیش کرو اور جب تک نظیر نہ مل سکے تب تک یہ پیش گوئی ان تمام پیش گوئیوں سے اول درجہ پر ہے جن کی نسبت آیت "فلا یظھر علیٰ غیبہ احداً" کا مضمون صادق آسکتا ہے کیونکہ اس میں بیان کیا گیا ہے کہ آدم سے آخیر تک اس کی نظیر نہیں۔" (تحفہ گولڑویہ ص ۲۹۔ طبع اول)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس بارہ میں اتمام حجت کے لئے کہ خسوف و کسوف کو اس سے پہلے کسی مامور من اللہ کی صداقت کے نشان کے طور پر کبھی پیش نہیں کیا گیا اس مہتم بالشان نشان کے منکروں کو چیلنج کیا کہ اس کی نظیر پیش کریں اور اگر وہ اس کی نظیر پیش کرنے میں کامیاب ہوگئے تو انہیں ایک ہزار روپے انعام دیا جائے گا۔ چنانچہ آپؑ نے اپنی عربی تصنیف نورالقرآن حصہ ثانیہ میں رقم فرمایا:

> اَلَا تَخَافُونَ اَنَّكُمْ كَذَّبْتُمْ حَدِيثَ الْمُصْطَفٰى وَقَدْ ظَهَرَ صِدْقُهٗ كَشَمْسِ الضُّحٰى. اَتَسْتَطِيعُونَ اَنْ تُخْرِجُوا لَنَا مِثْلَهٗ فِي قُرُونٍ اُوْلٰى. اَتَقْرَؤُونَ فِي كِتَابٍ اسْمَ رَجُلٍ ادَّعٰى وَقَالَ اَنِّي مِنَ اللّٰهِ الْاَعْلٰى وَانْخَسَفَ فِي عَصْرِهِ الْقَمَرُ وَالشَّمْسُ فِي رَمَضَانَ كَمَا رَاَيْتُمْ الْاٰنَ. فَاِنْ كُنْتُمْ تَعْرِفُونَهٗ فَبَيِّنُوا يَا مَعْشَرَ الْمُنْكِرِينَ. اَلْفُ رُوبِيَّةٍ مِنَ الْوَرَقِ الْمُرَوَّجِ اِنْعَامًا مِنِّي فَخُذُوا اِنْ تُثْبِتُوا وَاُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى عَهْدِي هٰذَا وَاشْهَدُوا وَهُوَ خَيْرُ الشَّاهِدِينَ. وَاِنْ لَمْ تُثْبِتُوا وَلَنْ تُثْبِتُوا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي اُعِدَّتْ لِلْمُفْسِدِينَ.

ترجمہ: کیا تم ڈرتے نہیں کہ تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کو جھٹلایا حالانکہ اس کا صدق چاشت گاہ کے آفتاب کی طرح ظاہر ہوگیا۔ کیا تم اس کی نظیر پہلے زمانوں میں سے کسی زمانہ میں پیش کر سکتے ہو۔ کیا تم کسی کتاب میں پڑھتے ہو کہ کسی شخص نے دعویٰ کیا کہ میں خداتعالیٰ کی طرف سے ہوں اور پھر اس کے زمانہ میں رمضان میں چاند اور سورج کا گرہن ہوا جیسا کہ اب تم نے دیکھا۔ پس اگر پہچانتے ہو تو بیان کرو اور تمہیں ہزار روپیہ انعام ملے گا اگر ایسا کر دکھاؤ۔ پس ثابت کرو اور یہ انعام لے لو اور میں خداتعالیٰ کو اپنے اس عہد پر گواہ ٹھہراتا ہوں اور تم بھی گواہ رہو اور خدا سب گواہوں سے بہتر ہے اور اگر تم ثابت نہ کرسکو اور ہرگز ثابت نہ کرسکو گے تو اس آگ سے ڈرو جو مفسدوں کے لئے طیار کی گئی ہے۔" (نورالحق الحصہ الثانیہ ص ۲۱۔ طبع اول)

تیسرا اعتراض اور اس کا جواب

مہدی علیہ السلام کے زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی کے عین مطابق خسوف و کسوف کے نشانات ظاہر ہونے اور اس طرح آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی کے پورا ہونے پر اس زمانے کے مولویوں نے تیسرا اعتراض یہ کیا کہ سنن دارقطنی میں شامل آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی متعلقہ حدیث کو درست تسلیم کرنے سے ہی انکار کر دیا۔ انہوں نے اس امر کی بھی پرواہ نہیں کی کہ وہ اصدق الصادقین صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کو جھٹلا رہے ہیں جس کے صحیح ہونے کی تصدیق خداتعالیٰ نے خود اپنی فعلی شہادت سے کر دکھائی ہے۔ یہ حدیث ایک پیش گوئی پر مشتمل تھی جسے اللہ تعالیٰ نے حرف بحرف پورا کر کے اور اس طرح اس کی صحت پر اپنی فعلی شہادت کی مہر ثبت کر کے دنیا پر آشکار کر دکھایا کہ مخبر صادقؐ کی دی ہوئی خبر سوفیصد صدق پر مبنی تھی اور اصدق الصادقینؐ نے اپنی جس حدیث میں اس کا ذکر فرمایا تھا اس کا حرف بحرف صداقت کا آئینہ دار تھا اور اس میں ذرہ برابر بھی کسی بیرونی کھوٹ کی ملاوٹ نہیں تھی لیکن برا ہو ضد، ہٹ دھرمی، کج بحثی اور کٹ حجتی کا کہ مولویوں نے "میں نہ مانوں" کی رٹ لگا کر قرآن مجید اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی اور خداتعالیٰ کی فعلی شہادت سب کو نہایت دیدہ دلیری سے مسترد کر ڈالا۔ ایسا کرنے میں ان کی عقلیں ماری گئیں اور انہوں نے یہ نہ سوچا کہ اگر ایک مہتم بالشان پیش گوئی پر مشتمل حدیث اصلی نہیں تھی اور کسی نے خود گھڑ کر اسے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر دیا تھا تو کیا خداتعالیٰ ایک جھوٹے اور کذاب شخص کی گھڑی ہوئی پیش گوئی پورا کر سکتا تھا۔ خداتعالیٰ کا اسے پورا کر دکھانا ہی اس امر کی بین دلیل تھی کہ اس حدیث کا صحیح سچا اور کھرا ہونا ہر شک و شبہ سے بالا اور روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مولوی صاحبان کے اس اعتراض کا کئی پہلوؤں کے لحاظ

TO ADVERTISE IN THE
AL FAZL INTERNATIONAL
PLEASE CONTACT
NOEEM USMAN MEMON
081 874 8902/ 081 875 1285
OR FAX YOUR ADVERT FOR
A QUOTE ON 081 875 0249

IMPORTERS & EXPORTERS
OF
READY MADE
GARMENTS
S.S. ENTERPRISES
TELEPHONE AND FAX NO:
081 788 0608

سے بڑاہی مسکت جواب دے کر انہیں خوف خدا سے کام لینے کی طرف متوجہ کیا۔

مولویوں نے اس بناء پر اس حدیث کو درست اور صحیح حدیث تسلیم کرنے سے انکار کیا تھا کہ ان کے نزدیک بعض راوی اس حدیث کے ثقاۃ میں سے نہیں ہیں۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کے اس اعتراض کی نامعقولیت واضح کرتے ہوئے اپنی کتاب "تحفہ گولڑویہ" میں رقم فرمایا:

"اگر درحقیقت بعض راوی مرتبہ اعتبار سے گرے ہوئے تھے تو یہ اعتراض دارقطنی پر ہوگا کہ اس نے ایسی حدیث کو لکھ کر مسلمانوں کو کیوں دھوکا دیا؟ یعنی یہ حدیث اگر قابل اعتبار نہیں تھی تو دارقطنی نے اپنی صحیح میں کیوں اس کو درج کیا؟ حالانکہ وہ اس مرتبہ کا آدمی ہے جو صحیح بخاری پر بھی تعاقب کرتا ہے اور اس کی تنقید میں کسی کو کلام نہیں اور اس کی تالیف کو ہزار سال سے زیادہ گذر گیا مگر اب تک کسی عالم نے اس حدیث کو زیر بحث لاکر اس کو موضوع قرار نہیں دیا نہ یہ کہا کہ اس کے ثبوت کی تائید میں کسی دوسرے طریق سے مدد نہیں ملی بلکہ اس وقت سے جو یہ کتاب ممالک اسلامیہ میں شائع ہوئی تمام علماء و فضلاء متقدمین و متاخرین میں سے اس حدیث کو اپنی کتابوں میں لکھتے چلے آئے۔ بھلا اگر کسی نے اکابر محدثین میں سے اس حدیث کو موضوع ٹھہرایا ہے تو ان میں سے کسی محدث کا فعل یا قول پیش تو کرو جس میں لکھا ہو کہ یہ حدیث موضوع ہے اور اگر کسی جلیل الشان محدث کی کتاب سے اس حدیث کا موضوع ہونا ثابت کر سکو تو ہم فی الفور ایک سو روپیہ بطور انعام تمہاری نذر کریں گے جس جگہ چاہو امانتاً پہلے جمع کرالو ورنہ خدا سے ڈرو جو میرے بغض کے لئے صحیح حدیثوں کو جو علمائے ربانی نے لکھی ہیں موضوع ٹھہراتے ہو۔ - - - - اور اگر یہ حدیث موضوع نہیں اور افتراء کی تہمت سے اس کا دامن پاک ہے تو تقویٰ اور ایمانداری کا یہی تقاضا ہونا چاہئے کہ اس کو قبول کرلو۔ - - - - ایک ایسی حدیث سے انکار کرنا جو اور طریقوں سے بھی ثابت ہے اور جو خود قرآنی آیت "جمع الشمس والقمر" میں اس کے مضمون کا مصدق ہے۔ کیا یہی ایمان داری ہے؟ حدیثوں کے جمع کرنے والے ہر ایک جرح سے حدیث کو نہیں پھینک دیتے تھے ورنہ ان کے لئے مشکل ہوجاتا کہ اس التزام سے تمام اخبار و آثار کو اکٹھا کرسکتے۔ یہ باتیں سب کو معلوم ہیں مگر اب بخل جوش مار رہا ہے۔ ماسوا اس کے جبکہ مضمون اس حدیث کا جو غیب کی خبر پر مشتمل ہے پورا ہوگیا تو بموجب آیت کریمہ

فَلَا يُظْهِرُ عَلَى غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضَى مِنْ رَسُولٍ

قطعی اور یقینی طور پر ماننا پڑا کہ یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے اور اس کا راوی بھی عظیم الشان آئمہ میں سے ہے یعنی امام باقر رضی اللہ عنہ۔ تو اب بعد شہادت قرآن شریف کے جو آیت فَلَا يُظْهِرُ عَلَى غَيْبِهِ أَحَدًا سے اس حدیث کے منجانب رسول ہونے پر مل گئی ہے پھر بھی اس کو حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ سمجھنا کیا یہ دیانت کا طریق ہے؟ اور کیا آپ لوگوں کے نزدیک اس اعلیٰ درجہ کی پیش گوئی پر بجز خدا کے رسولوں کے کوئی اور بھی قادر ہوسکتا ہے؟ اور اگر نہیں ہوسکتا تو کیوں اس بات کا اقرار نہیں کرتے کہ قرآنی شہادت کے رو سے یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے - - - - پھر جبکہ ایک حدیث دوسری حدیث سے قوت پاکر پایہ یقین کو پہنچ جاتی ہے تو جس حدیث نے خداتعالیٰ کے کلام سے قوت پائی ہے اس کی نسبت یہ زبان پر لانا کہ وہ موضوع اور مردود ہے انہیں لوگوں کا کام ہے جن کو خداتعالیٰ کا خوف نہیں ہے۔ اگرچہ بباعث کثرت اور کمال شہرت کے اس حدیث کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک رفع نہیں کیا گیا اور نہ اس کی ضرورت سمجھی گئی مگر خدا نے اپنی دو گواہیوں سے یعنی آیت "فلا یظہر" الخ اور آیت "جمع الشمس والقمر" سے خود اس حدیث کو مرفوع متصل بنادیا۔ سو بلاشبہ قرآنی شہادت سے اب یہ حدیث مرفوع متصل ہے کیونکہ قرآن ایسی تمام پیش گوئیوں کا جو کمال صفائی سے پوری ہوجائیں اس تہمت سے تبریہ کرتا ہے کہ بجز خدا کے رسول کے کوئی اور شخص ان کا بیان کرنے والا ہے۔ نعوذباللہ یہ خدا کے کلام کی تکذیب ہے کہ وہ تو صاف لفظوں میں بیان فرمادے کہ میں صریح اور صاف پیش گوئیوں کے کہنے پر بجز اپنے رسول کے کسی کو قدرت نہیں دیتا لیکن اس کے برخلاف کوئی اور یہ دعویٰ کرے کہ ایسی پیش گوئیاں کوئی اور بھی کرسکتا ہے جس پر خدا کی طرف سے وحی نازل نہیں ہوئی۔ اور اس طریق سے آیت "فلا یظہر علیٰ غیبہ احداً" کی تکذیب کر دیوے۔ غرض جبکہ ان تمام طریقوں سے اس حدیث کی صحت ثابت ہوگئی اور نیز اس کی پیش گوئی اپنے پورے پیرایہ میں وقوع میں بھی آگئی تو اے خدا سے ڈرنے والو! اب مجھے کہنے دو کہ ایسی حدیث سے انکار کرنا جو گیارہ سو برس سے علماء اور خواص اور عوام میں شائع ہو رہی ہے اور امام محمد باقرؒ اس کے راوی ہیں اور تیرہ سو برس سے یعنی ابتداء سے آج تک کسی نے اس کو موضوع قرار نہیں دیا اور نہ دارقطنی نے اس کے ضعف کی طرف اشارہ کیا اور قرآنی آیت "جمع الشمس والقمر" میں اس کا مصدق ہے یعنی اسی گرہن سورج اور چاند کی طرف یہ آیت بھی اشارہ کرتی ہے اور نیز قرآن صاف اور صریح لفظوں میں فرماتا ہے کہ کسی پیش گوئی پر جو صاف اور صریح اور فوق العادت طور پر پوری ہوگئی ہو بجز خدا کے رسول کے اور کوئی شخص قادر نہیں ہوسکتا، ایسا انکار جو عناداً کیا جائے ہرگز کسی ایماندار کا کام نہیں" (تحفہ گولڑویہ ص ۲۸ تا ۳۰ طبع اول)

دارقطنی کی حدیث خسوف و کسوف کی صحت کے بارہ میں قرآن مجید کی دوہری گواہی کو تفصیل سے بیان کرنے کے علاوہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کی سچائی پر اللہ تعالیٰ کی فعلی شہادت پر بھی بہت زور دیا۔ آپؑ نے واضح فرمایا کہ اگر کوئی حدیث صحت کے ظاہری معیار پر پوری نہ اترتی ہو لیکن وہ ہو کسی پیش گوئی پر مشتمل اور خداتعالیٰ اسے من و عن پورا کر دکھائے تو پھر خدا کی اس فعلی شہادت کے بعد اس حدیث کے سچا ہونے میں کسی شک اور شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ آفتاب آمد دلیل آفتاب کی طرح اس کی سچائی روز روشن کی طرح عیاں ہوئے بغیر نہیں رہتی۔ چنانچہ اس بدیہی امر کو بڑی قطعیت کے ساتھ بیان کرتے ہوئے حضرت مہدی علیہ السلام نے رقم فرمایا:

"یاد رہے کہ کسی حدیث کی سچائی پر اس سے زیادہ کوئی یقینی اور قطعی گواہی نہیں ہوسکتی کہ وہ حدیث اگر کسی پیش گوئی پر مشتمل ہے تو وہ پیش گوئی صفائی سے پوری ہوجائے کیونکہ اور سب طریق اثبات صحت حدیث کے ظنی ہیں مگر یہ حدیث کا ایک چمکتا ہوا زیور ہے کہ اس کی سچائی کی روشنی پیش گوئی کے پورا ہونے سے ظاہر ہوجائے۔ کیونکہ کسی حدیث کی پیش گوئی کا پورا ہوجانا اس حدیث کو مرتبہ ظن سے یقین کے اعلیٰ درجہ تک پہنچا دیتا ہے اور ایسی حدیث کے ہم رتبہ اور یقینی مرتبہ میں ہم پلہ کوئی حدیث نہیں ہوسکتی گو بخاری کی ہو یا مسلم کی۔ اور ایسی حدیث کے سلسلہ اسناد میں گو بفرض محال ہزار کذاب اور مفتری ہو اس کی قوت صحت اور مرتبہ یقین کو کچھ بھی ضرر نہیں پہنچا سکتا کیونکہ وسائل محسوسہ مشہودہ بدیہیہ سے اس کی صحت کھل جاتی ہے اور ایسی کتاب کا یہ امر فخر ہوجاتا ہے اور اس کی صحت پر ایک دلیل قائم ہوجاتی ہے جس میں ایسی حدیث ہو۔ پس دارقطنی کا فخر ہے جس کی حدیث ایسی صفائی سے پوری ہوگئی"۔ (تحفہ گولڑویہ حاشیہ ص ۳۱، ۳۲ طبع اول)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی کے کمال صفائی سے پورا ہونے اور خسوف و کسوف کی حدیث کی صحت و سچائی کے اظہر من الشمس ہوجانے کے باوجود مولویوں کا اس حدیث کی صحت کو جھٹلانا اور خدائے قادر و توانا کی فعلی شہادت کو خاطر میں نہ لانا ان کی انتہائی درجہ کی دیدہ دلیری پر دلالت کرتا تھا۔ چنانچہ حضرت مہدی علیہ السلام نے اس پر کمال درجہ افسوس کا اظہار کرتے ہوئے اپنی عربی تصنیف نورالحق الحصۃ الثانیہ میں رقم فرمایا:

(ترجمہ از عربی) "پس شک نہیں کہ یہ حدیث پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے جو خیرالمرسلین ہے اور اس حدیث کے لئے اور بھی طریق ہیں جو اس کی صحت پر دلالت کرتے ہیں اور قرآن نے اسکی تصدیق کی ہے۔ پس بجز ملحد فتنہ انگیز کے اور کوئی انکار نہیں کرے گا، اور بجز ظالم کے کوئی مکذب نہ ہوگا اور متعصب معاندوں اور متعصب مولویوں نے کہا کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے بلکہ وہ کسی جھوٹے بے شرم کا قول ہے۔ اور ان مولویوں کے پاس اس تکذیب پر کوئی دلیل نہیں۔ بہت بڑی بات ہے جو ان کے منہ سے نکل رہی ہے، سراسر جھوٹ کہتے ہیں اور انہوں نے اس حدیث کی تکذیب کی جس کی خداتعالیٰ نے سچائی ظاہر کردی۔ یہ حدیث ایسی نہیں جو انسان کا افتراء ہوسکے۔ لیکن ان کی بینائی جاتی رہی اور ان کے دلوں پر مہر لگ گئی۔ ان پر حسرت ہے، کیوں وہ معاند بن کر حق سے انکار کرتے ہیں، کیوں جزا سزا کے دن سے نہیں ڈرتے، کیوں نہیں سوچتے کہ یہ ایک حدیث ہے جس کی سچائی ظاہر ہوگئی اور خداتعالیٰ جھوٹوں کے قول کو کبھی سچا نہیں کرتا اور خدا ایسا نہیں کہ جھوٹے دجال کو جو سچوں کا دشمن ہے اپنے غیب پر مطلع فرمادے اور اس بارہ میں جو کچھ قرآن میں ہے تجھے معلوم ہے۔ اور (وہ) کیونکر انکار کرتے ہیں حالانکہ پیش گوئی کا سچا ہوجانا صاف گواہی دے رہا ہے کیونکہ حدیث رسول صادق امین کی ہے اور امام محمد باقر ہدایت یافتہ اماموں میں سے ہے اور (وہ) امام زین العابدین کا گوشہ جگر تھا۔ اور نیز حدیث کے سلسلہ میں سچے آدمی موجود ہیں ایسے آدمی جو جھوٹوں اور ان کے جھوٹ کو شناخت کرتے تھے اور جلدباز نہیں تھے، اور یہ ان سے بعید تھا کہ وہ ایک حدیث کو اپنے صحاح میں داخل کرتے باوجود اس بات کے کہ وہ جانتے تھے کہ وہ حدیث بےاصل ہے اور اس کے بعض راوی کذاب اور دجال ہیں، کیا انہوں نے خبیث کو طیب سے ملا دیا بعد اس بات کے کہ وہ خبیث کے خبث پر یقین رکھتے تھے اور اگر یہی سچ ہے تو ان لوگوں کا کیا حال ہے جنہوں نے پلیدی کو آب صاف کے ساتھ ملا دیا اور وہ مفتریوں کے حالات سے خوب واقف تھے۔ کیا وہ تیرے نزدیک صالح ہیں۔ نہیں بلکہ اول درجہ کے فاسق ہیں اور اس سے زیادہ ظالم کون ہے جو خداتعالیٰ پر جھوٹ باندھتا ہے یا جھوٹوں کی روایتوں کا مددگار ہے۔ کیا تو گواہی دیتا ہے کہ دارقطنی اور تمام راوی اس حدیث کے اور تمام وہ لوگ جنہوں نے اپنی کتابوں

SUPPLIERS OF ALL CROCKERY, CUTLERY AND DISPOSABLE CROCKERY FOR WEDDINGS, PARTIES AND OTHER SOCIAL FUNCTIONS

ABBA

CATERING SUPPLIES
081 574 8275 / 843 9797
1X Greenford Avenue,
Southall, Middx UB1 2AA

Kenssy

Fried Chicken

589 HIGH ROAD,
LEYTONESTONE,
LONDON E11 4PB

میں اس حدیث کو نقل کیا اور حدیثوں میں ملایا اول زمانہ سے اس زمانہ تک مفسد اور فاسق ہی گزرے ہیں اور صالح آدمی نہیں تھے۔ اور تو قوم کی کتابوں کو اس حدیث سے پر پائے گا جس کا نام تو موضوع رکھتا ہے۔ باوجود اس کے جو ان کا علم تجھ سے اور تیرے ہم مثل لوگوں سے زیادہ ہے اور پھر وہ تجھ سے زیادہ تر اصل حقیقت پر اطلاع رکھتے ہیں۔ پس تو اپنے نفس کے جذبات کا طالب نہ ہو اور نیک بخت بن جا۔ کیا تو اس حدیث میں شک کرتا ہے جس کا صحیح ہونا کھل گیا اور جس کی پاکیزگی ظاہر ہوگئی ہے، کہ وہ قوم کی نظر میں ضعیف ہے یا وہ ملامت کی جگہ ہے، اور یا اس کے راویوں میں سے کون مطعون ہے۔ کیا یہ مقام شک کا ہے یا تو دیوانوں میں سے ہے۔ اور خدا تعالیٰ نے اس حدیث کی تصدیق کی ہے اور راویوں کو الزامات سے بری کیا ہے، اور اس حدیث کی سچائی کے نور کمال صفائی اور روشنی سے دکھائے ہیں۔ پس کیا ایسے بڑے نشانوں کے بعد شک باقی رہ گیا۔ کیا تم چاشت کے سورج میں شک کرتے ہو۔ کیا تم نور کو اندھیرے کی طرح ٹھہراتے ہو۔ کیا تم بتکلف نابینا بنتے ہو یا حقیقت میں اندھے ہی ہو۔ کیا تم انسان کی گواہی قبول کرتے ہو اور رحمٰن کی قبول نہیں کرتے اور حد سے بڑھ کر دوڑتے ہو۔ کیا تو اعتقاد رکھتا ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے غیب پر ایسے لوگوں کو اطلاع دیتا ہے جو کذاب اور مفتری اور مزور ہیں۔ کیا تو ان خبروں میں شک کرتا ہے جن کا صدق ظاہر ہوگیا۔ جب صدق ظاہر ہوگیا تو صرف وہی لوگ شک کریں گے جو حد سے بڑھتے ہیں اور یہ وہ امر ہے جو توضیح اور تعریف کا محتاج نہیں اور زیرک مسلمان پر پوشیدہ نہیں رہ سکتا اور نہ اس شخص پر جو امعان نظر اور تدبر سے دیکھے" (نور الحق۔ الحصۃ الثانیہ صفحات ۱۶ تا ۱۸۔ طبع اول)

چوتھا اعتراض اور اس کا جواب

مولوی صاحبان کا چوتھا اعتراض اور بھی زیادہ مضحکہ خیز تھا اور وہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے تھا بھی اس حقیقت کا غماز کہ انہوں نے اپنے سابقہ اعتراضات کی نامعقولیت کو تسلیم کر لیا ہے، ان کے اس اعتراض کا بجز اس کے اور کوئی نتیجہ نہ نکلتا تھا کہ ہم تسلیم کئے لیتے ہیں کہ خسوف و کسوف سے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی کمال صفائی سے پوری ہوگئی ہے لیکن اس پیش گوئی کے پورا ہونے کے وقت مہدی ہونے کا جو مدعی موجود ہے اس پر ہم پھر بھی ایمان نہیں لائیں گے اور اسے اس نشان کا مصداق تسلیم نہیں کریں گے۔ اعتراض انہوں نے یہ کیا کہ یہ بھی تو ممکن ہے کہ کسوف خسوف تو اب رمضان میں ہوگیا ہو مگر مہدی جس کی شناخت کے لئے خسوف کسوف ہوا ہے وہ پندرھویں صدی میں پیدا ہو یا سولھویں صدی میں یا اس کے بعد کسی اور صدی میں۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کے اس اعتراض کی نامعقولیت واضح کرتے ہوئے اپنی تصنیف تحفہ گولڑویہ میں رقم فرمایا:

"اے بزرگو! خدا ہی تم پر رحم کرے، جبکہ آپ لوگوں کی فہم کی یہاں تک نوبت پہنچ گئی ہے تو میرے اختیار میں نہیں کہ میں کچھ سمجھا سکوں۔ صاف ظاہر ہے کہ خدا کے نشان اس کے رسولوں اور ماموروں کی تصدیق اور شناخت کے لئے ہوتے ہیں اور ایسے وقت میں ہوتے ہیں جبکہ ان کی سخت تکذیب کی جاتی ہے اور ان کو مفتری اور کافر اور فاسق قرار دیا جاتا ہے تب خدا کی غیرت ان کے لئے جوش مارتی ہے اور وہ چاہتا ہے کہ اپنے نشانوں سے صادق کو صادق کر کے دکھلاوے۔ غرض ہمیشہ آسمانی نشانوں کے لئے ایک محرک کی ضرورت ہوتی ہے اور جو لوگ بار بار تکذیب کرتے ہیں وہی محرک ہوتے ہیں۔ نشانوں کی یہی فلاسفی ہے اور یہ کبھی نہیں ہوتا کہ نشان تو آج ظاہر ہو اور جس کی تصدیق اور اس کے مخالفوں کے ذب اور دفع کے لئے وہ نشان ہے وہ کہیں سو یا دو سو یا تین سو یا ہزار برس کے بعد پیدا ہو اور خود ظاہر ہے کہ ایسے نشانوں سے اس کے دعوے کو کیا مدد پہنچے گی۔ بلکہ ممکن ہے کہ اس عرصہ تک اس نشان پر نظر رکھ کر کئی مدعی پیدا ہو جائیں تو اب کون فیصلہ کرے گا کہ کس مدعی کی تائید میں یہ نشان ظاہر ہوا تھا۔ تعجب ہے کہ مدعی کا تو ابھی وجود بھی نہیں اور نہ اس کے دعوے کا وجود ہے اور نہ خدا کی نظر میں کوئی محرک تکذیب کرنے والا موجود ہے بلکہ سو یا دو سو یا ہزار برس کے بعد انتظار ہے تو قبل از وقت نشان کیا فائدہ دے گا اور کس قوم کے لئے ہوگا کیونکہ موجودہ زمانے کے لوگ تو ایسے نشان سے کچھ بھی فائدہ نہیں اٹھا سکتے جس کے ساتھ مدعی نہیں ہے اور جبکہ نشان کے دیکھنے والے بھی سب خاک میں مل جائیں گے اور کوئی زمین پر زندہ نہیں ہوگا جو یہ کہہ سکے کہ میں نے چاند اور سورج کو بچشم خود گرہن ہوتے دیکھا تو ایسے نشان سے کیا فائدہ مرتب ہوگا جو زندہ مدعی کے زمانہ کے وقت صرف ایک مردہ قصہ کے طور پر پیش کیا جائے گا اور خدا کو کیا ایسی جلدی پڑی تھی کہ کئی سو برس پہلے نشان ظاہر کر دیا اور ابھی مدعی کا نام و نشان نہیں، نہ اس کے باپ دادا کا کچھ نام و نشان۔

یہ بھی یاد رکھو کہ یہ عقیدہ اہل سنت اور شیعہ کا مسلم ہے کہ مہدی جب ظاہر ہوگا تو صدی کے سر پر ہی ظاہر ہوگا پس جبکہ مہدی کے ظہور کے لئے صدی کے سر کی شرط ہے تو اس صدی میں تو مہدی کے پیدا ہونے سے ہاتھ دھو رکھنا چاہئے کیونکہ صدی کا سر گزر گیا اور اب بات دوسری صدی پر جا پڑی اور اس کی نسبت بھی کوئی قطعی فیصلہ نہیں کیونکہ جبکہ چودھویں صدی جو حدیث نبوی کا مصداق تھی اور نیز اہل کشف کے کشفوں سے لدی ہوئی تھی خالی گذر گئی تو پندرھویں صدی پر کیا اعتبار رہا۔ پھر جبکہ آنے والے مہدی کے ظہور کے کوئی لچھن نظر نہیں آتے اور کم سے کم سو برس پر بات جا پڑی تو اس بے ہودہ نشان خسوف کسوف سے فائدہ کیا ہوا۔ جب اس صدی کے سب لوگ مر جائیں گے اور کوئی خسوف کسوف کا دیکھنے والا زندہ نہ رہے گا تو اس وقت تو یہ کسوف خسوف کا نشان محض ایک قصہ کے رنگ میں ہو جائے گا اور ممکن ہے کہ اس وقت علمائے کرام اس کو ایک موضوع حدیث کے طور پر سمجھ کر داخل دفتر کر دیں۔ غرض اگر مہدی اور اس کے نشان میں جدائی ڈال دی جائے تو یہ مکروہ بدفالی ہے جس سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ خدا تعالیٰ کا ہرگز ارادہ ہی نہیں ہے کہ اس کی مہدویت کو آسمانی نشانوں سے ثابت کرے۔

پھر جبکہ قدیم سے سنت اللہ یہی ہے کہ نشان اس وقت ظاہر ہوتے ہیں جبکہ خدا کے رسولوں کی تکذیب ہوتی ہے اور ان کو مفتری خیال کیا جاتا ہے تو یہ عجیب بات ہے کہ مدعی تو ابھی ظاہر نہیں ہوا اور نہ اس کی تکذیب ہوئی مگر نشان پہلے ہی سے ظاہر ہوگیا۔ اور جب دو تین سو برس بعد کوئی پیدا ہوگا اور تکذیب ہوگی تب یہ باسی قصہ کس کام آسکتا ہے کیونکہ خبر معائنہ کے برابر نہیں ہو سکتی اور نہ ایسے مدعی کی نسبت قطع کر سکتے ہیں کہ درحقیقت فلاں فلاں صدی میں خسوف کسوف اسی کی تصدیق میں ہوا تھا۔ خدا کی ہرگز یہ عادت نہیں کہ مدعی اور اس کے تائیدی نشانوں میں اس قدر لمبا فاصلہ ڈال دے جس سے امر مشتبہ ہو جائے۔ کیا یہ چند لفظ ثبوت کا کام دے سکتے ہیں کہ فلاں صدی میں جو خسوف کسوف ہوا تھا وہ اسی مدعی کی تائید میں ہوا تھا۔ یہ خوب ثبوت ہے جو خود ایک دوسرے ثبوت کو چاہتا ہے۔

غرض یہ دار قطنی کی حدیث مسلمانوں کے لئے نہایت مفید ہے۔ اس نے ایک تو قطعی طور پر مہدی معہود کے لئے چودھویں صدی کا زمانہ مقرر کر دیا ہے۔ اور دوسرے اس مہدی کی تائید میں اس نے ایسا آسمانی نشان پیش کیا ہے جس کے تیرہ سو برس سے کل اہل اسلام منتظر تھے۔ سچ کہو آپ لوگوں کی طبیعتیں چاہتی تھیں کہ میرے مہدویت کے دعویٰ کے وقت میں آسمان پر رمضان کے مہینہ میں خسوف کسوف ہو جائے۔ ان تیرہ سو برسوں میں بہتیرے لوگوں نے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا مگر کسی کے لئے یہ آسمانی نشان ظاہر نہ ہوا۔ بادشاہوں کو بھی جن کو مہدی بننے کا شوق تھا یہ طاقت نہ ہوئی کہ کسی حیلہ سے اپنے لئے رمضان کے مہینے میں خسوف کسوف کرا لیتے۔ بے شک وہ لوگ کروڑہا روپیہ دینے کو تیار تھے اگر کسی کی طاقت میں بجز خدا تعالیٰ کے ہوتا کہ ان کے دعوے کے ایام میں رمضان میں خسوف کسوف کر دیتا۔

مجھے اس خدا کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اس نے میری تصدیق کے لئے آسمان پر یہ نشان ظاہر کیا ہے اور اس وقت ظاہر کیا ہے جبکہ مولویوں نے میرا نام دجال اور کذاب اور کافر بلکہ اکفر رکھا تھا۔ یہ وہی نشان ہے جس کی نسبت آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں بطور پیش گوئی وعدہ دیا گیا تھا اور وہ یہ ہے

قُلْ عِنْدِی شَهَادَةٌ مِّنَ اللّٰهِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّؤْمِنُونَ. قُلْ عِنْدِی شَهَادَةٌ مِّنَ اللّٰهِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُونَ

یعنی ان کو کہہ دے کہ میرے پاس خدا کی ایک گواہی ہے کیا تم اس کو مانو گے یا نہیں۔ پھر ان کو کہہ دے کہ میرے پاس خدا کی ایک گواہی ہے کیا تم اس کو قبول کرو گے یا نہیں۔ یاد رہے کہ اگرچہ میری تصدیق کے لئے خدا تعالیٰ کی طرف سے بہت گواہیاں ہیں اور ایک سو سے زیادہ پیش گوئی ہے جو پوری ہو چکی ہے جن کے لاکھوں انسان گواہ ہیں۔ مگر اس الہام میں اس پیش گوئی کا ذکر محض تخصیص کے لئے ہے یعنی مجھے ایسا نشان دیا گیا ہے جو آدم سے لے کر اس وقت تک کسی کو نہیں دیا گیا۔

غرض میں خانہ کعبہ میں کھڑا ہو کر قسم کھا سکتا ہوں کہ یہ نشان میری تصدیق کے لئے ہے نہ کسی ایسے شخص کی تصدیق کے لئے جس کی ابھی تکذیب نہیں ہوئی اور جس پر یہ شور تکفیر اور تکذیب اور تفسیق نہیں پڑا اور ایسا ہی میں خانہ کعبہ میں کھڑا ہو کر حلفاً کہہ سکتا ہوں کہ اس نشان سے صدی کی تعیین ہوگئی ہے کیونکہ جبکہ یہ نشان چودھویں صدی میں ایک شخص کی تصدیق کے لئے ظہور میں آیا تو متعین ہوگیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مہدی کے ظہور کے لئے چودھویں صدی ہی قرار دی تھی کیونکہ جس صدی کے سر پر یہ پیش گوئی پوری ہوئی وہی صدی مہدی کے ظہور کے لئے ماننی پڑی تا دعویٰ اور دلیل میں تفریق اور بعد پیدا نہ ہو"۔
(تحفہ گولڑویہ ص ۳۲ تا ۳۴۔ طبع اول)

پیش گوئی کا اصل مقصد اور اس کی

OPEN 7 DAYS A WEEK FOR
FREE DELIVERY
081-877 0469/1040
PIZZA
PASTA
BURGERS
MILK SHAKES
FRIED CHICKEN
ARNEY'S
164 GARRAT LANE,
LONDON SW18 4DA
SPECIALISTS IN HOME DELIVERY

1 HOUR
PHOTO PRINTS
SET A PRINT
246, WIMBLEDON PARK
ROAD, SOUTHFIELDS,
LONDON SW18
PHONE 081 780 0081

وضاحت

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مہدی کے دو نشانوں کے طور پر دار قطنی کی حدیث خسوف و کسوف میں جو مہتم بالشان پیش گوئی فرمائی اس کی دو اغراض تھیں۔ اول یہ کہ جب مہدی علیہ السلام مبعوث ہوں تو اس زمانہ کے لوگ ان دو نشانوں کی وجہ سے مہدی علیہ السلام کو شناخت کر کے ان پر ایمان لاسکیں اور جو لوگ ہٹ دھرمی کی وجہ سے انکار کرنے اور ایمان نہ لانے پر مصر رہیں ان پر اتمام حجت ہوسکے اور ان پر یہ واضح ہوسکے کہ ان دو نشانوں کے ظاہر ہونے کے باوجود انہیں خاطر میں نہ لانے والے اور ان سے اعراض کرتے ہوئے مہدی کی مخالفت کرنے والے خود خسارہ میں رہیں گے کیونکہ خدا نے مہدیؑ کو غلبہ اسلام کے جس مقصد کے پیش نظر مبعوث کرنے کا فیصلہ کیا ہے اسے وہ بہرحال پورا کر کے رہے گا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ مخالفین ناکام و نامراد رہیں گے اور مہدی علیہ السلام اور ان کے متبعین غلبہ اسلام کی شاہراہ پر آگے ہی آگے بڑھتے چلے جائیں گے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پیش گوئی کے اصل اور حقیقی مصداق بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو موعودہ خسوف کسوف کے متوقع ظہور کی قبل از وقت اطلاع دی اور بتایا کہ ایسے واضح اور روشن نشانوں کو بھی لوگ خاطر میں نہیں لائیں گے تو ساتھ ہی آپؑ کو یہ تسلی بھی دی کہ منکرین کی مخالفتوں، مزاحمتوں اور ظالمانہ کاروائیوں کے باوجود حقیقی اسلام آپؑ کے ذریعہ بہرحال غالب آکر رہے گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے (جیسا کہ ہم سطور بالا میں درج کر آئے ہیں) آپؑ کو مخاطب کر کے ساتھ ہی فرمایا:

كَتَبَ اللّٰهُ لَأَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِي. وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰى اَمْرِهٖ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ. هُوَ الَّذِي اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ. لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ.

(اربعین نمبر ۳ ص ۳۴۔ طبع اول)

مفہوم: کہ خدا نے قدیم سے لکھ رکھا ہے یعنی مقرر کر رکھا ہے کہ میں اور میرے رسول ہی غالب ہوں گے یعنی گو کسی قسم کا مقابلہ آ پڑے جو لوگ خدا کی طرف سے ہیں وہ مغلوب نہیں ہوں گے اور خدا اپنے ارادوں پر غالب ہے مگر اکثر لوگ نہیں سمجھتے۔ (ایضاً بحوالہ تذکرہ طبع دوم ص ۳۹۸،۳۹۹)

جس زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مہدی علیہ السلام کو غلبہ اسلام کی غرض سے مبعوث فرمایا اس زمانہ میں مغرب کی عیسائی طاقتیں ساری دنیا میں چھائی ہوئی تھیں اور ان کے سیاسی غلبہ کی آڑ میں چرچ نے ساری دنیا میں عیسائی مشنوں کا جال بچھا رکھا تھا اور عیسائی مشنری ہر ملک اور ہر قوم تک پہنچ کر لوگوں کو دھڑا دھڑ عیسائی بنا رہے تھے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو عیسائیت کے مٹنے اور اس کی بجائے اسلام کے غالب آنے کی بشارت دی۔ چنانچہ آپؑ نے ایک خصوصی اشتہار کے ذریعہ دنیا والوں کو اس الٰہی بشارت سے آگاہ کرتے ہوئے رقم فرمایا:

"میں ہر دم اس فکر میں ہوں کہ ہمارا اور نصاریٰ کا کسی طرح فیصلہ ہوجائے۔ میرا دل مردہ پرستی کے فتنہ سے خون ہوتا جاتا ہے۔ ۔ ۔ ۔ میں کبھی کا اس غم سے فنا ہوجاتا اگر میرا مولیٰ اور میرا قادر مجھے تسلی نہ دیتا کہ آخر توحید کی فتح ہے، غیر معبود ہلاک ہوں گے اور جھوٹے خدا اپنی خدائی کے وجود سے منقطع کئے جائیں گے، مریم کی معبودانہ زندگی پر موت آئے گی اور نیز اس کا بیٹا اب ضرور مرے گا۔ خدا قادر فرماتا ہے کہ اگر میں چاہوں تو مریم اور اس کے بیٹے عیسیٰ اور تمام زمین کے باشندوں کو ہلاک کروں۔ سو اب اس نے چاہا ہے کہ ان دونوں کی جھوٹی معبودانہ زندگی کو موت کا مزہ چکھادے، سو اب دونوں مریں گے کوئی ان کو بچا نہیں سکتا، اور وہ تمام خراب استعدادیں بھی مریں گی جو جھوٹے خداؤں کو قبول کرلیتی تھیں، نئی زمین ہوگی اور نیا آسمان۔ اب وہ دن نزدیک آتے ہیں جو سچائی کا آفتاب مغرب کی طرف سے چڑھے گا اور یورپ کو سچے خدا کا پتہ لگے گا اور بعد اس کے توبہ کا دروازہ بند ہوگا۔ کیونکہ داخل ہونے والے بڑے زور سے داخل ہوجائیں گے اور وہی باقی رہ جائیں گے جن کے دل پر فطرت سے دروازے بند ہیں اور جو نور سے نہیں بلکہ تاریکی سے محبت رکھتے ہیں۔ قریب ہے کہ سب ملتیں ہلاک ہوں گی مگر اسلام، اور سب حربے ٹوٹ جائیں گے مگر اسلام کا آسمانی حربہ کہ وہ نہ ٹوٹے گا نہ کند ہوگا جب تک دجالیت کو پاش پاش نہ کردے۔ وہ وقت قریب ہے کہ خدا کی سچی توحید، جس کو بیابانوں کے رہنے والے اور تمام تعلیموں سے غافل بھی اپنے اندر محسوس کرتے ہیں، ملکوں میں پھیلے گی۔ اس دن نہ کوئی مصنوعی کفارہ باقی رہے گا اور نہ کوئی مصنوعی خدا۔ اور خدا کا ایک ہی ہاتھ کفر کی سب تدبیروں کو باطل کردے گا لیکن نہ کسی تلوار سے اور نہ کسی بندوق سے بلکہ مستعد روحوں کو روشنی عطا کرنے سے اور پاک دلوں پر ایک نور اتارنے سے۔ تب یہ باتیں جو میں کہتا ہوں سمجھ میں آئیں گی۔"

(اشتہار ۱۴ جنوری ۱۸۹۷ء)

مغرب کی عیسائی طاقتوں کے غلبہ و استیلاء اور چرچ کی عالمگیر مشنری سرگرمیوں کے علاوہ اسلام کو ساری دنیا میں غالب کرنے کی راہ میں دوسری بڑی رکاوٹ حیات مسیح کا وہ غیر اسلامی عقیدہ تھا جسے شومئی قسمت سے عیسائیوں کے تتبع میں مسلمانوں نے اپنا لیا تھا۔ عیسائیوں کی طرح وہ بھی یہی عقیدہ رکھتے تھے کہ مسیح علیہ السلام فوت نہیں ہوئے تھے بلکہ زندہ آسمان پر اٹھالئے گئے تھے اور آخری زمانہ میں وہ زمین پر دوبارہ نازل ہوں گے اور عیسائیت کی بجائے اسلام کو دنیا میں پھیلائیں گے اور جنگوں کے ذریعہ سب ملکوں کو فتح کر کے جملہ اقوام عالم کو اسلام پر متحد کر دکھائیں گے۔ مسلمانوں کا یہ سراسر غیر اسلامی عقیدہ دنیا میں عیسائیت کے فروغ کا باعث بنا ہوا تھا اور عیسائی مشنری مسلمانوں کو عیسائی بنانے کی مہم میں اسے اپنے سب سے کامیاب ہتھیار کے طور پر استعمال کر رہے تھے۔ سیدنا حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وفات مسیحؑ کا صحیح اسلامی عقیدہ از سر نو دنیا میں پیش کر کے عیسائی مشنریوں کے اس ہتھیار کو ناکارہ کر دکھایا۔ اس طرح اسلامی ملکوں میں عیسائیت کے بے دریغ فروغ میں تو روک واقع ہوگئی لیکن مسلمان بالعموم حیات مسیح کے غیر اسلامی عقیدے سے کلی طور پر دست کش نہ ہوئے۔ ان حالات میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مہدی علیہ السلام کو تسلی دلائی کہ رفتہ رفتہ مسلمان اس عقیدہ سے باز آکر حقیقی اسلام کی طرف واپس لوٹ آئیں گے اور اس طرح دنیا بھر میں غلبہ اسلام کی راہ ہموار ہو کر رہے گی۔ چنانچہ آپؑ نے غلبہ اسلام کے اس پہلو سے دنیا کو آگاہ کرتے ہوئے اعلان فرمایا:

"اے تمام لوگو سن رکھو کہ یہ اس کی پیش گوئی ہے جس نے زمین و آسمان بنایا، وہ اپنی اس جماعت کو تمام ملکوں میں پھیلادے گا اور حجت اور برہان کے رو سے سب پر ان کو غلبہ بخشے گا۔ وہ دن آتے ہیں بلکہ قریب ہیں کہ دنیا میں صرف یہی ایک مذہب ہوگا جو عزت کے ساتھ یاد کیا جائے گا۔ خدا اس مذہب اور اس سلسلہ میں نہایت درجہ اور فوق العادت برکت ڈالے گا اور ہر ایک کو جو اس کے معدوم کرنے کا فکر رکھتا ہے نامراد رکھے گا اور یہ غلبہ ہمیشہ رہے گا یہاں تک کہ قیامت آجائے گی۔ اگر مجھ سے ٹھٹھا کرتے ہیں تو اس ٹھٹھے سے کیا نقصان کیونکہ کوئی نبی نہیں جس سے ٹھٹھا نہیں کیا گیا۔ پس ضرور تھا کہ مسیح موعود سے بھی ٹھٹھا کیا جاتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يَا حَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ مَا يَأْتِيهِمْ مِنْ رَسُولٍ اِلَّا كَانُوا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ

پس خدا کی طرف سے یہ نشانی ہے کہ ہر ایک نبی سے ٹھٹھا کیا جاتا ہے مگر ایسا آدمی جو تمام لوگوں کے روبرو آسمان سے اترے اور فرشتے بھی اس کے ساتھ ہوں اس سے کون ٹھٹھا کرے گا۔ پس اس دلیل سے بھی عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ مسیح موعود کا آسمان سے اترنا محض جھوٹا خیال ہے۔ یاد رکھو کوئی آسمان سے نہیں اترے گا۔ ہمارے سب مخالف جو اب زندہ موجود ہیں وہ تمام مریں گے اور کوئی ان میں سے عیسیٰ بن مریم کو آسمان سے اترتے نہیں دیکھے گا۔ اور پھر ان کی اولاد جو باقی رہے گی وہ بھی مرے گی اور ان میں سے بھی کوئی آدمی عیسیٰ بن مریم کو آسمان سے اترتے نہیں دیکھے گا۔ اور پھر اولاد کی اولاد مرے گی اور وہ بھی مریم کے بیٹے کو آسمان سے اترتے نہیں دیکھے گی۔ تب خدا ان کے دلوں میں گھبراہٹ ڈالے گا کہ زمانہ صلیب کے غلبہ کا بھی گزر گیا اور دنیا دوسرے رنگ میں آگئی مگر مریم کا بیٹا عیسیٰؑ اب تک آسمان سے اترا۔ تب دانشمند یکدفعہ اس عقیدہ سے بیزار ہوجائیں گے اور ابھی تیسری صدی آج کے دن سے پوری نہیں ہوگی کہ عیسیٰ کے انتظار کرنے والے کیا مسلمان اور کیا عیسائی سخت نومید اور بدظن ہوکر اس جھوٹے عقیدہ کو چھوڑیں گے اور دنیا میں ایک ہی مذہب ہوگا اور ایک ہی پیشوا۔ میں تو ایک تخم ریزی کرنے آیا ہوں۔ سو میرے ہاتھ سے وہ تخم بویا گیا اور اب وہ بڑھے گا اور پھولے گا اور کوئی نہیں جو اس کو روک سکے۔" (تذکرۃ الشہادتین ص ۶۴،۶۵۔ طبع اول)

حضرت مہدی علیہ السلام نے عیسائیت کے زوال کے علاوہ آریہ مذہب کے بھی دیکھتے ہی دیکھتے نابود ہونے اور بالآخر ہندوؤں کے بڑے زور کے ساتھ اسلام کی طرف رجوع کرنے کی بھی پیش گوئی فرمائی اور دنیا کو اس امر سے بڑے پر زور انداز میں آگاہ فرمایا کہ خدا نے تمام دیگر مذاہب کو مٹا کر ان کی بجائے دین واحد یعنی حقیقی اسلام کو ساری دنیا میں غالب کرنے کا فیصلہ کیا ہے اور اسلام کا یہ غلبہ آپؑ کے اور آپؑ کی جماعت کے ذریعہ قائم ہوگا۔ چنانچہ آپؑ نے اپنے ایک لیکچر میں فرمایا:

"اب صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو کامل اور زندہ مذہب ہے اور اب وقت آگیا ہے کہ پھر اسلام کی عظمت شوکت ظاہر ہو اور اسی مقصد کو لے کر میں آیا ہوں۔

مسلمانوں کو چاہئے کہ جو انوار و برکات اس وقت آسمان سے اتر رہے ہیں وہ ان کی قدر کریں اور اللہ تعالیٰ کا شکر کریں کہ وقت پر ان کی دستگیری ہوئی اور خدا تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے موافق اس مصیبت کے وقت ان کی نصرت فرمائی۔ لیکن اگر وہ خدا تعالیٰ کی اس نعمت کی قدر نہ کریں گے تو خدا تعالیٰ ان کی کچھ پروا نہ کرے گا۔ وہ اپنا کام کر کے رہے گا مگر ان پر افسوس ہوگا۔

میں بڑے زور سے اور پورے یقین اور بصیرت سے کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے کہ دوسرے مذاہب کو مٹادے اور اسلام کو غلبہ اور قوت دے۔ اب کوئی ہاتھ اور طاقت نہیں جو خدا تعالیٰ کے اس ارادے کا مقابلہ کرے وہ "فعال لما یرید" ہے۔"

(لیکچر لدھیانہ۔ ص ۴۲۔ طبع اول)

اصل مقصد کی تکمیل کے چپکے لیکن مستحکم سامان

خدا تعالیٰ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جس

NEW AND SECOND-HAND SPARES
SPECIALISTS IN JAPANESE CARS ALL MODELS
TJ AUTO SPARES
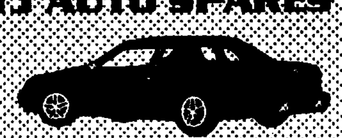
376 ILFORD LANE,
ILFORD, ESSEX
081 478 7851

SPECIALISTS IN
22 & 24 CARAT GOLD
JEWELLERY
khalid JEWELLERS
10 Progress Building,
491 Cheetham Hill Road,
Cheetham Hill,
MANCHESTER M8 7HY
PHONE & FAX
061 795 1170

مقصد کے تحت مہدی علیہ السلام کی شناخت کے لئے خسوف و کسوف کے خصوصی نشان ظاہر ہونے کی پیش گوئی کرائی اور اس کے تحت خود حضرت مہدی علیہ السلام کو غلبہ اسلام کی بشارتوں سے پیہم نوازا اس کی تکمیل کے لئے اس نے اول دن سے ہی ایسے چپکے لیکن مستحکم و پائیدار سامان فرمائے کہ انتہائی شدید مخالفتوں اور نامساعد حالات کے باوجود دنیا کے تمام براعظموں میں غلبہ اسلام کی راہ ہموار ہوتی چلی گئی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی کے عین مطابق ۱۸۹۴ء کے ماہ رمضان میں لگنے والے چاند اور سورج گرہنوں کے نشانوں اور مہدی علیہ السلام کی صداقت آشکار کرنے کی خدائی گواہی کے ظہور پر سو سال پورے ہوچکے ہیں۔ گزشتہ ایک صدی کے واقعات اس امر پر شاہد ناطق ہیں کہ غلبہ اسلام کے نقطہ نگاہ سے اس سو سال کے عرصہ میں بنیادی تبدیلی آ چکی ہے۔ مغرب کے عیسائی ممالک کی طرف سے مشرقی ممالک کی جانب عیسائیت کی یلغار بہت کچھ زور دکھانے اور فتح کے نقارے بجانے کے بعد پسپائی اختیار کر چکی ہے۔ اسی پر بس نہیں بلکہ خود مغربی ممالک میں جو عیسائیت کا گڑھ سمجھے جاتے تھے چرچ کی گرفت اس حد تک ڈھیلی پڑ چکی ہے کہ وہاں کے عوام کا چرچ اور عیسائیت سے برائے نام تعلق رہ گیا ہے اور وہ دہریت کی رو میں بہنے کے باعث بے راہ روی کے چنگل میں بری طرح پھنس چکے ہیں۔ لوگوں میں یہ احساس دن بدن بڑھتا جارہا ہے کہ ہم ایک مہیب روحانی خلاء میں زندگی بسر کرنے کے باعث رفتہ رفتہ ہولناک تباہی کی طرف بڑھتے جارہے ہیں۔

ادھر حضرت مہدی علیہ السلام کی اپنی جماعت میں اشاعت اسلام کی چلائی ہوئی زبردست رو اور آپ کے بعد خدائی بشارتوں کے تحت قائم ہونے والے خلافت کے آسمانی نظام کی بدولت جملہ اطراف میں دنیا کے آخری کناروں تک اسلام کے تبلیغی مشنوں اور ہر قوم کے نو مسلموں پر مشتمل مخلص و فدائی احمدیہ جماعتوں کا قیام عمل میں آچکا ہے۔ اس وقت دنیا کے ۱۴۲ ملکوں میں دعوت الی اللہ یعنی تبلیغ و اشاعت اسلام کا کام زور شور سے جاری ہے۔ دنیا کی قریباً ایک صد سے زائد زبانوں میں مکمل قرآن مجید یا اس کے چیدہ چیدہ حصوں کے تراجم طبع کرا کے اقوام عالم میں ان کی وسیع پیمانے پر اشاعت کا کام زور شور سے ہو رہا ہے اور خلافت رابعہ کے موجودہ مبارک دور میں جہاں تبلیغ و اشاعت کا عالمگیر نظام نت نئی وسعتوں سے ہمکنار ہونے کی وجہ سے بہت سی نئی قوموں کے اسلام میں داخل ہونے کی راہیں ہموار ہوئی ہیں وہاں سٹلائٹ کے ذریعہ چہار طرف اشاعت و تبلیغ اسلام ایک یکسر نئے اور انتہائی جدید نظام کا آغاز ہونے سے اللہ تعالیٰ کی ایک بشارت اس شان سے پوری ہوئی ہے کہ زمین کے ساتھ ساتھ آفاق کے کنارے بھی پیغام حق کی اشاعت سے گونج اٹھے ہیں اور مسلسل گونج رہے ہیں اور سیارہ زمین کے گرد پورا کا پورا فضائی کرہ اللہ تعالیٰ کی کبریائی اور تحمید و تمجید نیز درود و سلام کی خوش آئند آوازوں سے مسلسل گونج رہا ہے۔ حضرت مہدی علیہ السلام کو اس ضمن میں خدا تعالیٰ کی طرف سے جو بشارت ملی آپ نے اپنی جماعت کو اس سے آگاہ کرتے ہوئے فرمایا تھا:

وَاَوْحَی اِلَیَّ رَبِّی وَوَعَدَنِی اَنَّہٗ سَیَنْصُرُنِی حَتّٰی یَبْلُغَ اَمْرِی مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَھَا وَتَتَمَوَّجُ بُحُوْرُ الْحَقِّ حَتّٰی یُعْجِبَ النَّاسَ حُبَابُ غَوَارِبِھَا.

(لجۃ النور ص ۶۷)

ترجمہ: میرے رب نے میری طرف وحی بھیجی اور وعدہ فرمایا کہ وہ مجھے اپنی نصرت سے نوازے گا یہاں تک کہ میرا کلام مشرق و مغرب کے آخری کناروں تک پہنچ جائے گا اور راستی کے سمندروں میں لہریں اٹھیں گی یہاں تک کہ ان لہروں کے حباب لوگوں کو تعجب میں ڈالیں گے۔

اس بشارت میں سمندروں سے مراد نیلگوں آسمانوں میں زمینی سیارے کے گرداگرد پھیلا ہوا وہ فضائی کرہ ہے جس میں لہریں اٹھتی رہتی ہیں اور ہر اٹھنے والی لہر پلک جھپکنے میں کرہ ارض کے گرداگرد گھوم جاتی ہے اور ان لہروں کی مدد سے زمین کے نظاروں اور انسانوں کی تصاویر اور آوازوں کو ہزارہا میل دور تک ٹیلی وژن کی سکرین پر چشم زدن میں منتقل کیا جا سکتا ہے۔ چشم زدن میں سکرین پر ظاہر ہونے، بدلنے اور غائب ہونے والے نظارے ان ریڈیائی لہروں کے وہ حباب ہیں جو ہزاروں میل دور تک اپنی چمک اور جھلک دکھا کر لوگوں کو محو حیرت کرنے کا موجب بنتے ہیں۔ خلافت رابعہ کے بابرکت دور میں مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ کی دینی و روحانی نشریات کے اجراء کی وجہ سے راستی کے سمندروں میں ایسا تموج پیدا ہوا ہے جس نے شرق و غرب میں کرہ ارض کے آخری کناروں تک نشر و اشاعت کا ایسا دروازہ کھولا ہے کہ چہار دانگ عالم پیغام حق کی اشاعت سے مسلسل گونج رہے ہیں اور ہر قوم اور ہر ملک کی متلاشی روحیں روحانی خوان نعماء سے بیک وقت مستفیض ہو رہی ہیں اور مسلسل حق کی طرف کھنچی چلی آ رہی ہیں اور اس طرح غلبہ اسلام کے آثار روز بروز نمایاں سے نمایاں تر ہوتے چلے جارہے ہیں۔ اور وہ وقت قریب سے قریب تر آتا جارہا ہے جب روئے زمین پر بسنے والے تمام بندگان خدا دین واحد یعنی اسلام پر آ جمع ہوں گے۔ اور جس طرح آج سے ٹھیک ایک سو سال قبل چاند اور سورج اکٹھے گہنانے کے بعد پھر روشن ہو کر چمک اٹھے تھے اسی طرح خشکی اور تری پر چھائی ہوئی ظلمت حضرت مہدی علیہ السلام کی چلائی ہوئی آسمانی مہم کے نتیجہ میں کافور ہو کر رہے گی اور زمین اپنے رب کے نور سے اس طرح چمک اٹھے گی کہ ہر طرف نور ہی نور اور سرور ہی سرور کی حکمرانی ہوگی اور دنیا والے "اشرقت الارض بنور ربھا" کا نظارہ دیکھ کر جھوم اٹھیں گے اور سورج اور چاند کو مہدی علیہ السلام کی صداقت کا نشان بنانے والے خدائے عظیم کے اس ارشاد کو عملاً پورا ہوتے دیکھ کر خوشی سے بھر جائیں گے کہ:

ھُوَ الَّذِی اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ

★★★★★★★★★★★★★★★★

MORSONS CLOTHING
Ladies and Children Clothing
Specialists in
SCHOOL UNIFORMS
Main Showrooms:
682/4 Uxbridge Road, Hayes,
Tel 081 573 6361/7548
Kidswear Showroom:
54 The Broadway, Ruslip Road,
Greenford
Ladieswear Showrooms
54 The Broadway, Ruslip Road,
Greenford
Children and Ladieswear
Showrooms:
51 High Street, Wealdstone

بقیہ اسیران راہ مولا کا استقبال

پھر حالات بدلنے شروع ہوئے اور پھانسی کا وقت قریب تر آنا شروع ہوا۔ بہت سے لوگ مجھے گھبرا گھبرا کر لکھتے رہے مگر ایک لحہ کے لئے بھی ایک ذرہ بھی مجھے خوف نہیں ہوا۔ میں سب کو کہتا رہا کہ یہ ناممکن ہے۔ خدا کی بات جیسے ضیاء کی موت کی صورت میں پوری ہوئی تھی اسی طرح ان کی زندگیوں کی صورت میں پوری ہوگی۔ اور دنیا کی کوئی تقدیر اسے مٹا نہیں سکتی، بدل نہیں سکتی اور پھر اس طرح اعجازی رنگ میں یہ واقعات رونما ہوئے ہیں کہ انسان کی عقل ورطہ حیرت میں پڑ جاتی ہے۔

حضور نے فرمایا کہ یہ سارے واقعات جن کی کچھ تفصیل میرے علم میں ہے مگر اس وقت بتانے کا وقت نہیں پھر انشاء اللہ تعالیٰ جماعت کے سامنے آئیں گے اور یہ روشن تاریخ روشن تر ہو کر آپ کے سامنے آئے گی جس کی نظیر تاریخ عالم میں کم ملتی ہے۔

حضور نے فرمایا کہ یہ واقعات زندہ خدا کی صداقت کے وجود کے ثبوت ہیں اور عقل ان کی کوئی اور توجیہہ پیش نہیں کر سکتی سوائے اس کے کہ قادر مطلق کی تقدیر کا دخل تھا جو غالب تقدیر ہے۔ پس الحمد للہ خدا نے ہمیں وہ خوشیوں کا دن دکھایا۔ اپنے پیارے اسیروں کو ہم نے چھاتی سے لگایا، اپنے پہلو میں بٹھایا۔ وہ ساری آرزوئیں خدا نے پوری کیں جن کے لئے دل ترسا کرتا تھا کوئی امید کی صورت دکھائی نہیں دیتی تھی۔ ایک یقین تھا جو متزلزل نہیں ہوا۔ ساری دنیا ڈولتی دکھائی دیتی تھی مگر خدا کے وعدوں پر کامل یقین تھا جو ثابت قدم رہا۔ آج وہ یقین جیتا ہے پس اللہ کے شکر کے ترانے گانے کے دن آگئے۔ الحمد للہ رب العالمین۔ الحمد للہ رب العالمین۔ الحمد للہ رب العالمین۔

حضور نے فرمایا خدا کرے کہ آج کے دور کی برکتیں اور بھی پھیلتی چلی جائیں۔ یہ سال اور روشن تر نشان لے کر آگے بڑھتا رہے۔ اس نشان کی روشنی آنے والی ساری صدی کو روشن کر سکے۔ اللہ کرے کہ ایسا ہی ہو۔ خدا ہمیں وہ توفیق عطا فرمائے کہ مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کا پورا زمانہ دیکھیں اور بعد کے زمانے میں آنے والے نشانات کا بھی مشاہدہ کر سکیں۔ اللہ کرے کہ ایسا ہی ہو۔

اس کے بعد حضور انور نے ایک نہایت پر سوز دعا کروائی۔ دعا کے بعد حضور انور نے اپنے دست مبارک سے اسیران کو مٹھائی عطا فرمائی۔ اس موقعہ پر تمام حاضرین میں بھی شیرینی تقسیم کی گئی۔

بقیہ اعتراضات کے جوابات از صہ ۴

اور بے مثل ہونے کا کوئی دعویٰ نہیں بلکہ حضرت مسیحؑ کی تعلیم کے واجب العمل ہونے کا دعویٰ ہے۔ سوال تو یہ تھا کہ کیا قرآن شریف کی طرح نئے عہد نامہ نے یا اس کی کسی کتاب نے اپنے بے مثل اور جامع اور کامل ہونے کا دعویٰ کیا ہے؟ ایسا کوئی دعویٰ ان کتب میں موجود نہیں

ڈپٹی عبداللہ آتھم نے جو حوالہ جات پیش کئے ان میں اناجیل اربعہ میں سے صرف ایک حوالہ ہے جو یوحنا ۱۲ : ۴۴ تا ۵۰ سے ماخوذ ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:-

"یسوع نے پکار کر کہا جو مجھ پر ایمان لاتا ہے وہ مجھ پر نہیں بلکہ میرے بھیجنے والے پر ایمان لاتا ہے اور جو مجھے دیکھتا ہے وہ میرے بھیجنے والے کو دیکھتا ہے۔ میں نور ہو کر دنیا میں آیا ہوں تا کہ جو کوئی مجھ پر ایمان لائے اندھیرے میں نہ رہے۔ اگر کوئی میری باتیں سن کر ان پر عمل نہ کرے تو میں اس کو مجرم نہیں ٹھہراتا کیونکہ میں دنیا کو مجرم ٹھہرانے نہیں بلکہ دنیا کو نجات دینے آیا ہوں۔ جو مجھے نہیں مانتا اور میری باتوں کو قبول نہیں کرتا اس کا ایک مجرم ٹھہرانے والا ہے یعنی جو کلام میں نے کیا ہے آخری دن وہی اسے مجرم ٹھہرائے گا کیونکہ میں نے کچھ اپنی طرف سے نہیں کہا بلکہ باپ جس نے مجھے بھیجا ہے اسی نے مجھے حکم دیا ہے کہ کیا کہوں اور کیا بولوں اور میں جانتا ہوں کہ اس کا حکم ہمیشہ کی زندگی ہے۔ پس جو کچھ میں کہتا ہوں جس طرح باپ نے مجھے فرمایا ہے اسی طرح کہتا ہوں"۔ (یوحنا ۱۲ . ۴۴ تا ۵۰)

اس عبارت میں کسی جگہ اشارۃً بھی متی یا مرقس یا لوقا یا یوحنا کی اناجیل کے جامع اور کامل اور بے مثل کتب ہونے کا دعویٰ نہیں، نہ یہ کتب اس وقت موجود تھیں جب حضرت مسیحؑ نے یہ فقرات کہے، نہ حضرت مسیحؑ کو ان کتب کا کچھ علم تھا۔ یہاں تو حضرت مسیحؑ اپنے واجب الاطاعت ہونے اور اپنے خدا کی طرف سے بھیجے ہوئے ہونے کا دعویٰ پیش کر رہے ہیں۔ اور ہمیں اس سے پورا اتفاق ہے کہ حضرت مسیح خدا نہیں تھے بلکہ خدا کے بھیجے ہوئے یعنی اس کے رسول تھے۔ اور جن کے سامنے وہ یہ فقرات کہہ رہے تھے ان کے لئے واجب الاطاعت تھے۔ متی یا لوقا یا مرقس یا یوحنا کی اناجیل کے کامل ہونے، بے مثل ہونے یا جامع ہونے کا یہاں دور کا بھی کوئی ذکر نہیں۔ [دوسرے سوال کا جواب مکمل ہوا۔ بقیہ اعتراضات کے جوابات بعد میں پیش کئے جائیں گے]

ASIAN AND ENGLISH
JEWELLERY
BEST DISCOUNTS
MEDINA
JEWELLERS
VAT REGISTERED
1 CALARENDEN ROAD
WHALLY RANGE
MANCHESTER M16 8LB
061 232 0526

Al Fazl International Weekly, London
16 Gressen Hall Road, London SW18 5QL (U.K)
ISSN: 1352 9587
TELEPHONE NO. 081-870 8517
FAX NO. 081-870 1095

بقیہ جلسہ سالانہ یو۔ کے۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اس موقعہ پر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے دو واقعات نہایت ہی مئوثر انداز میں بیان فرمائے جب کہ ایک موقعہ پر ایک صحابی کا پاؤں غلطی سے غیر ارادی طور پر آپ کے پائے مبارک پر پڑا اور قریب تھا کہ اس کے دباؤ سے آپ کا پاؤں کچلا جائے آپ نے بے اختیار اسے دھکا دے کر پرے ہٹایا۔ آپ کو اس طبعی بے ساختہ رد عمل کا بھی شدید دکھ تھا۔ چنانچہ اگلے روز جب وہ صحابی اپنی غلطی پر پشیمانی کے جذبات کے ساتھ معافی طلب کرنے کے لئے حاضر ہوئے تو قبل اس کے کہ وہ معافی طلب کرتے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے معذرت کی اور جو دھکا آپ نے اس صحابی کو دیا تھا اس پر معافی چاہی۔ اسی طرح ایک غزوہ میں صفیں درست کرواتے ہوئے آپ کے نیزے کی انی ایک صحابی کو معمولی سی چبھ گئی تو آپ نے اس پر بھی اس صحابی کو بدلہ لینے کی اجازت دی۔ حضور نے ان واقعات پر نہایت دلکش انداز میں تفصیل سے روشنی ڈالی۔ اسی طرح مہمانوں کی ضیافت کے تعلق میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی پاکیزہ سیرت کے بعض واقعات بیان فرمائے اور بتایا کہ آپ مہمانوں کے آرام اور ان کی خدمت کا کس قدر خیال رکھا کرتے تھے۔ حضور نے فرمایا کہ ان واقعات سے آپ کو رہنمائی حاصل کرنی چاہئے اور یاد رکھنا چاہئے کہ اگر آپ کو کسی سے غیر ارادی طور پر تکلیف پہنچے یا آپ سے کسی کو کوئی گزند پہنچے تو آپ کا کیا رد عمل ہونا چاہئے اور اسی طرح جب مسیح موعود علیہ السلام کے مہمان آپ کے پاس آئیں تو آپ کا ان سے کس قسم کا سلوک ہونا چاہئے؟

حضور انور نے اس بات پر خوشی اور اطمینان کا اظہار فرمایا کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے گزشتہ ۱۰، ۱۱ سال کے عرصہ میں یہاں نئی نسل پرانے بزرگوں کی روایات کو اپناتے ہوئے خدمت کے مختلف میدانوں میں ابھر کر سامنے آئی ہے۔ حضور نے نصیحت فرمائی کہ اب یہ اعلیٰ روایات آپ نے نئے آنے والوں کو منتقل کرنی ہیں۔ جو خدا کے فضل سے بڑی تعداد میں فوج در فوج احمدیت میں داخل ہو رہے ہیں۔ ایک سال کے عرصہ میں صرف جرمنی میں چھ ہزار سے زائد یورپین احمدی ہوئے ہیں اور مزید ہو رہے ہیں۔ انہیں بھی کاموں کی اسی طرح تربیت دینی ہے جس طرح آپ نے تربیت حاصل کی ہے۔ اور اعلیٰ اسلامی روایات ان میں جاری کرنی ہیں۔ اس پہلو سے آپ کو اس جلسہ کو انقلابی جلسہ بنانا ہے۔

حضور نے فرمایا کہ میں نے دیکھا ہے کہ بعض لوگ اپنے ماتحت کارکنوں کے ساتھ بہت اچھے ہوتے ہیں اور اپنے افسران بالا کے ساتھ ان کا سلوک اچھا نہیں ہوتا۔ بعض ایسے بھی ہوتے ہیں کہ افسران بالا کے ساتھ تو بہت اچھے طریق سے پیش آتے ہیں۔ ان کے بہت مطیع اور فرمانبردار ہوتے ہیں لیکن اپنے ماتحتوں سے ان کا سلوک اچھا نہیں ہوتا۔ حضور نے فرمایا یہ شیطانی رویہ ہے اور اسلام میں شیطانی اور منافقانہ رویہ کی کوئی گنجائش نہیں۔ حضور نے فرمایا کہ وقت آگیا ہے جب یورپین اس کثرت سے احمدیت میں داخل ہونے والے ہیں کہ اگلے دو تین سال میں آپ (پاکستانی یورپین) ان کی نسبت تعداد میں تھوڑے ہوں گے اور یورپین احمدیوں کی تعداد آپ سے کہیں بڑھ جائے گی۔ اس لئے اگر آپ نے ان کی صحیح تربیت اس طرح نہ کی جس طرح آپ کے بزرگوں نے آپ کی تربیت کی تھی تو ان کی غلطیوں کی ذمہ داری آپ پر عائد ہوگی۔ حضور نے فرمایا میں یہ تنبیہہ اس لئے نہیں کر رہا کہ آپ میں ان کی تربیت کی صلاحیت موجود نہیں۔ میں جانتا ہوں کہ خدا کے فضل کے ساتھ آپ سب کارکنان اسبات کی صلاحیت اور استعداد رکھتے ہیں کہ بڑی تعداد میں آنے والوں کو بہترین رنگ میں تربیت دیں۔ یہ تنبیہہ ایک اصولی تنبیہہ ہے۔

چنانچہ حضور انور نے نصیحت فرمائی کہ ایک خصوصی نظامت قائم کی جائے جو یورپین نو احمدیوں سے جو فارغ ہوں ان سے رابطہ کرے اور اگر وہ خوشی سے خدمت پر آمادہ ہوں تو پھر اس ملک کے امیر سے رابطہ کر کے ان کی اجازت سے ایک نظام کے تحت انہیں مختلف خدمات سپرد کی جائیں۔ انفرادی طور پر بھی اگر آپ کو ایسے کوئی دوست نظر آئیں جو خدمت پر آمادہ ہوں تو انہیں از خود براہ راست خدمت پر نہ لگائیں بلکہ متعلقہ انچارج کو مطلع کریں اور نظام کے تابع ان سے کام لیں، نظام کو قربان کر کے نہیں۔

حضور انور نے روز مرہ کی چھوٹی چھوٹی بیماریوں و تکالیف کے لئے ہومیو پیتھک ادویہ تیار کر کے طریق استعمال سے متعلق ہدایات کے ساتھ مختلف شعبہ جات میں تقسیم کرنے کے بارہ میں بھی ہدایت فرمائی۔ دعا کے ساتھ یہ تقریب اختتام کو پہنچی۔ دعا کے بعد روایت کے مطابق جملہ ناظمین جلسہ سالانہ حضور انور کے ساتھ چائے کی تقریب میں شامل ہوئے۔

۲۹ جولائی کو قریباً ۳۰۔ ۴ بجے پرچم کشائی کی تقریب ہوئی۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے لوائے احمدیت لہرایا اور مکرم آفتاب احمد خان صاحب امیر یو۔ کے۔ نے قومی پرچم لہرایا۔ پھر حضور نے دعا کروائی۔ بعد ازاں جلسہ گاہ مردانہ میں تشریف لے گئے جہاں جلسہ کے افتتاحی اجلاس کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا جو مکرم حلمی الشافعی صاحب نے کی اور مکرم عطاء المجیب صاحب راشد نے ان آیات کا اردو ترجمہ پیش کیا اور مکرم محمد الیاس صاحب نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے منظوم کلام سے بعض اشعار ترنم سے پڑھ کر سنائے۔ قریباً چار بج کر ۵۸ منٹ پر حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے افتتاحی خطاب کا آغاز فرمایا۔

حضور انور نے احباب کو یہ خوشخبری سنائی کہ آج M.T.A. کا سورج بلا استثناء تمام دنیا پر طلوع ہو چکا ہے۔ آج اس لمحہ یہ تصویریں جو یہاں بن رہی ہیں وہ دنیا کے کناروں تک دیکھی جا رہی ہیں اور جو آوازیں یہاں بلند ہو رہی ہیں وہ دنیا کے کناروں تک سنائی دے رہی ہیں۔

حضور نے فرمایا کہ اسلام کا وہ حسین چہرہ جو اصلی اور حقیقی ہے جو مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ دوبارہ ہم سب پر روشن ہوا اور ازمنہ وسطیٰ کے اندھیروں سے نکال کر ہمیں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اولین نور کی طرف واپس لے گیا وہی چہرہ ہے جو تمام دنیا کے دل جیتنے والا، ان کی روحیں جیتنے والا اور ان کے دماغ جیتنے والا ہے۔ اور وہ سارے چہرے جو اس کے مقابل پر اسلام کو داغدار پیش کر رہے ہیں ان کے مقدر میں فنا ہونا ہے۔ وہ چہرے بناوٹی چہرے ہیں اور جیسا کہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں مطلع فرمایا خدا شیطان کو یہ اجازت نہیں دے گا کہ محمد رسول اللہ کا فرضی چہرہ بنائے۔ پس آسمان پر یہ تقدیر طے شدہ ہے اور کوئی اس کو بدل نہیں سکتا کہ محمد رسول اللہ کا وہی چہرہ دنیا پر روشن ہو گا جو آپ کا حقیقی اور اصلی چہرہ ہے اور آج خدام احمدیت کو یہ توفیق مل رہی ہے اور انشاء اللہ ہمیشہ ملتی چلی جائے گی کہ اس نور کو جو اللہ کا نور تھا اس کی اصلی صورت میں ساری دنیا کے سامنے پیش کریں۔

حضور نے بتایا کہ آج جمعہ کے دوران آسٹریلیا سے ایک غیر مسلم آسٹریلوی کا فون سعید جسوال صاحب کو آیا کہ میں حیرت زدہ ہوں کہ اسلام اتنا خوبصورت مذہب ہے۔ آج جو اسلام میرے سامنے ہے میں ایک لحظہ کے لئے بھی اس پروگرام کو چھوڑ نہیں سکتا۔ مجھے بتائیں یہ کون ہیں جو اسلام کو اس خوبصورتی سے دنیا کے سامنے پیش کر رہے ہیں۔ پس ایک وہ چہرہ ہے اسلام کا جو ہم اپنی قربانیوں سے از سر نو دنیا کے سامنے اپنی قربانیوں کے نئے رنگ بھر کر پیش کر رہے ہیں اور ایک وہ چہرہ ہے جو اسلام کو ظالم اور سفاک اور تنگ نظر مذہب کے طور پر دنیا کے سامنے دکھا رہا ہے۔ جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے فتح حقیقی اسلام ہی کی ہوگی۔ ان فرضی چہروں نے بہر حال مٹنا ہے اور تاریخ کے انبار تلے دب جانا ان کے مقدر میں لکھا جا چکا ہے۔

پاکستان میں توہین رسالت کی سزا کے متعلق جو قوانین بنائے گئے ہیں ان پر حضور انور ایدہ اللہ نے ۲۲ جولائی اور ۲۹ جولائی کے خطبات جمعہ میں تفصیل سے قرآن و حدیث کی روشنی میں تبصرہ فرمایا تھا۔ اسی مضمون کو مزید آگے بڑھاتے ہوئے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بہت سے ظالموں نے قرآن کریم کی حقیقی تعلیم سے منہ پھیر کر ازمنہ وسطیٰ کے بعض فقہاء اور بعض حدیثیں جمع کرنے والوں کی ایسی حدیثوں پر بنا کرتے ہوئے جن کی کوئی اصل نہیں ہے اور جو قرآن کریم کے مضمون سے واضح طور پر ٹکرانے والی ہیں۔ ایسے مفتی پیدا ہوئے جن مفتیوں نے اپنی عقل و فہم کے مطابق بظاہر اسلام کی خدمت کی مگر ایسا بھیانک تصور اسلام کا پیش کیا کہ اس تصور کی رو سے اسلام دنیا پر فتح یاب نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ تصویر انسانی فطرت کے خلاف ہے اور قرآن کا دعویٰ ہے کہ قرآنی تعلیمات فطرت کے مطابق ہے۔ فطرت پر انسان کو پیدا کیا گیا ہے اور فطرت ہی کی تعلیم ہے جو اسلام نے دی ہے۔ پس ہر وہ تعلیم جس سے فطرت مناسبت نہیں رکھتی، ہر وہ تعلیم جو انسان کی سچی فطرت کے معاند اور مخالف ہے وہ کسی صورت میں بھی اسلام کی سچی تعلیم نہیں کہلا سکتی۔ یہ ایک ایسا دائمی، بنیادی، قطعی اصول ہے جس میں آپ کبھی کوئی تبدیلی نہیں دیکھیں گے۔

حضور نے فرمایا کہ اسلام کی جو تصویر ان لوگوں نے پیش کی ہے وہ نہ صرف یہ کہ بھیانک ہے بلکہ ان کا عمل اس تصویر کو خود جھٹلا رہا ہے۔ حضور انور نے اس سے قبل خطبہ جمعہ میں قرآنی آیات اور سنت نبوی کی روشنی میں بتایا تھا کہ اسلام کے نام پر جبر اور ظلم اور زبردستی اور کسی گستاخی کی خواہ وہ کیسی ہی کیوں نہ ہو انسانی سزا کا کوئی تصور پیش نہیں کیا گیا۔ لیکن ان مفتیوں نے اور آج بھی جو آج کے مفتیوں کی لگامیں تھامے ہوئے ہیں انہوں نے کھلم کھلا یہ فتوے دئے ہیں کہ کفر کی سزا قتل ہے اس کے سوا اور کوئی سزا نہیں ہے۔ اور جہاں جہاں گستاخی کے حوالے سے قتل کے فتوے دئے ہیں وہاں یہ استنباط قائم کیا ہے کہ چونکہ گستاخی رسول کرنے والا کافر ہو جاتا ہے اور کفر کی سزا قتل کے سوا اور کچھ نہیں اس لئے لازماً ایسے شخص کو قتل کیا جائے گا۔

حضور نے فرمایا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا اسلام کوئی علاقائی مذہب ہے یا جغرافیائی یا قومیائی مذہب ہے؟ یا بین الاقوامی اور کل عالم کا مذہب ہے؟ اگر کل عالم کا مذہب ہے تو اس کا فتویٰ یکساں ہر ملک میں برابر صادق آنا چاہئے اور برابر چلنا چاہئے۔ وہ مسلمان جو غیر مسلم حکومتوں میں بستے ہیں ان کا کوئی حق نہیں کہ اسلام کی ایک تعلیم کو سچا سمجھتے ہوئے اپنی جان بچانے کی خاطر اس تعلیم سے وہاں روگردانی کریں جہاں ان کو طاقت نہیں ہے کہ وہ اس تعلیم پر عمل کر سکیں۔

حضور نے فرمایا کہ ہتک رسول کی سزا موت قرار دینے سے متعلق بعض علماء کہتے ہیں کہ یہ تعلیم خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عصمت کی حفاظت کے لئے جاری کی گئی ہے اور کوئی دوسرا نبی اس میں شریک نہیں ہے حالانکہ قرآن کریم اس مضمون کو بالکل جھٹلاتا ہے۔ بار بار سب نبیوں کے حوالے سے ہتک اور گستاخی کے نمونے پیش کرتا ہے اور آنحضرت ؐ سے بھی یہی سلوک دکھلاتا ہے اور یہ تعلیم دیتا ہے کہ صبر کر اور ان لوگوں سے اعراض کر اور اللہ ان سے نپٹنے والا ہے۔ پس جو یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ گستاخی رسول ؐ کی سزا قرآن کریم نے اور صرف قرآن کریم نے دوسرے مذاہب کے برعکس یہ تجویز کی ہے کہ ایسے شخص کو مہلت بھی نہ دی جائے۔ اس کی توبہ بھی قبول نہ کی جائے۔ اس کا خون تم پر مباح ہو گا۔ ہر مسلمان کو چاہئے کہ اس پر چڑھ دوڑے اور اسے قتل کر دے۔

حضور نے فرمایا کہ اگر یہ تعلیم تمام دنیا سے تعلق رکھتی ہے تو ہر ملک میں تمہارا بھی فرض ہے کہ اس تعلیم کی حفاظت میں اپنی جانیں قربان کر دو اور ہر دشمن پر چڑھ دوڑو اور کفر کے نام پر قتل کا بازار گرم کر دو مگر تم جانتے ہو اور خوب جانتے ہو کہ اگر ایسی گستاخی کرو گے یعنی قرآن اور اسلام اور حدیث اور نبی ؐ کی گستاخی کرو گے اور اپنی تعلیمات اس پاک مذہب کی طرف منسوب کرو گے تو تمہارے خون کا بازار گرم ہو گا۔ تم صفحہ ہستی سے نابود کر دئے جاؤ گے۔ تمہیں طاقت نہیں ہے کہ تم اس بات پر عمل کر کے دکھلاؤ جس بات کا تم دعویٰ کرتے ہو۔ (باقی اگلے شمارہ میں)

لاکھ روکیں ہوں، لاکھ پابندی
نور حق پھیلتا ہی جائے گا
روشنی قید ہو سکے کیونکر
یہ اجالا تو بڑھتا جائے گا
(سیدہ منیرہ ظہور)